



ماہنامہ محدث لاہور

شمار نمبر: ۴۴۔۔۔۔۔ جلد نمبر ۵۔۔۔۔۔ شماره نمبر ۹، ۱۰۔۔۔۔۔ ستمبر، اکتوبر ۱۹۷۵ء۔۔۔۔۔ رمضان، شوال ۱۳۹۵ھ

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارف

مدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمن مدنی مدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے۔ جس کا نام محدث

تھا کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیم ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین و دانشور

حافظ عبدالرحمن مدنی نے اس کا اجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی و کامرانی سے شائع ہو رہا ہے، واللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحب علم و فضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور
محدثانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: ۲۰ روپے زیر سالانہ: ۲۰۰ روپے بیرون ملک: ۲۰ ڈالر

بذریعہ منی آرڈر / بینک ڈرافٹ ۲۰۰ روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی و تحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔

ایڈریس: ماہنامہ محدث، ۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۷۴۰۰۰۔ فون نمبر: ۳۵۸۶۶۳۹ / ۳۵۸۶۶۳۹ - ۰۳۲

موبائل: ۳۶۰۰۸۶۱ - ۰۳۰۵

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.mohaddis.com www.kitabosunnat.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے محدث کے مقاصد

عناد اور تعصب قوم کیلئے زہرِ بلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!

لیکن تعصبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دُقیانوسِ بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

غیر مذہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اقدار کے منافی ہے!

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے!

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رواداری برتنا اور قوانین و مسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

آئین و سیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اوصاف میں داخل ہے!

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عینِ جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ
محدث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ! کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

فہرست

- 2 اندرونِ ملک۔ فَاغْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ
- 8 التفسیر والتعبیر
- 20 ترے قبضے میں نظم دو جہاں ہے
- 21 ایصالِ ثواب، عرس کرنا، عرس میں شرکت کرنا
- 32 دمشق کے چند علمی مراکز
- 38 تعارف و تبصرہ کتب

فکر و نظر

اندرون ملک۔ فَاَعْتَبِرُوا يَا اُولِيَ الْاَبْصَارِ

مملکت پاکستان، پاکستانی ملت اسلامیہ کے حسین اور مبارک خوابوں کی ایک مبارک تعبیر تصور کی گئی ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ یہ بات کچھ بے جا توقع بھی نہیں ہے، اگر علامہ اقبال، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اور بانی پاکستان جناب محمد علی جناح، اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے! کو مہلت ملتی تو متوقع تھا کہ مسلمانانِ پاک و ہند اپنی آنکھوں سے وہ پاکستان ضرور دیکھ لیتے جس کا روز اول نعرہ لگایا گیا تھا، کیونکہ یہ عظیم لوگ تھے، وہ اسلامی ریاست کے تقاضوں اور اپنی ذمہ داریوں کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔

قولِ مرداں جاں دارد۔

پنجابی کہاوت ہے:

گھر والا گھر نہیں مینوں (مجھے) کسی دا (کا) ڈر نہیں!

جنہوں نے بڑی محنت سے پاکستان حاصل کیا تھا اور جن کو اپنی زبان اور پوزیشن کا احساس تھا، جب وہ دنیا سے لد گئے تو یہ مملکت ایک حد تک یتیم ہو گئی، جو اس کے وارث بنے، ان بے رحموں نے ان کے ساتھ وہ معاملہ کیا جو عموماً خدا سے غافل لوگ ایک یتیم کے ساتھ کرتے ہیں۔ اسے ملتِ اسلامیہ کی میراث تصور کرنے کے بجائے ان جھوٹے ظالموں نے اسے ایک دسترخوان سمجھا، اور مملکت کے عوام کو ”بھیڑیں“ جب اور جدھر کو چاہتے انہیں ہانک کر لے جاتے۔ اور یہ سماں ابھی تک طاری ہے۔

رہنما کم آئے ہیں۔ مداری زیادہ، ملتِ اسلامیہ کا اصلی درد رکھنے والے تو بہت کم دیکھے بہرہ ور اور مکار زیادہ، ان حریصانِ اقتدار نے اپنے مستقبل کے تحفظ کے لئے مملکت کا مستقبل تک بیچنے سے دریغ نہیں کیا، اس کی کھیر تو بارہا بانٹی لیکن اس کے استحکام اور تعمیر و ترقی کے لئے سنجیدگی سے کبھی کوشش بھی نہ کی، عوام کو اندھیرے میں رکھ کر ہمیشہ ان کو نادان بناتے رہے لیکن آزاد قوموں کی طرح ان کو احساس اور شعور کی دولت سے نہ نوازا، کیونکہ اس کے بعد ان کے اپنے بتوں کی جدائی خطرے میں پڑ جاتی ہے، اقبال پر اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے، کیا خوب کہہ گئے ہیں۔

ایں صنم تاجدہ اش کردی خداست

چوں یکے اندر قیام آئی فناست

اس بت کے سامنے جب تک تو سجدہ ریز ہے، وہ خدا ہے لیکن جو نبی آپ ”کھڑے“ ہو گئے وہ فنا ہو جاتا ہے۔

جو صاحبِ کرسی اقتدار کے لئے قوم کے سامنے آتے ہیں، پہلے انہیں خوب سبز باغ دکھاتے ہیں، اور اس قدر سنسنی خیز انکشافات کرتے ہیں کہ عوام عیش عیش کر اٹھتے ہیں۔

جب وہ اقتدار کی گدی پر براجمان ہو جاتے ہیں تو قوم کو وعدوں سے بہلاتے ہیں، اور جھوٹے لاروں کے ذریعے عوام کو اس قدر زچ کر ڈالتے ہیں کہ بے ساختہ ان کے حلقوم سے صدا بلند ہو جاتی ہے کہ

۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہمراز مرے غمخوار مرے مرنے ہی نہیں دیتے مجھ کو

ہر بار یہی کہتے ہیں مجھے، وہ آتا ہے وہ آتا ہے

جو بڑی آس لگا کر ان کی راہ دیکھتے رہے، جنہوں نے پسینے کی جگہ اپنا خون بہایا، جہاں سرکارِ دولت مدار کا اشارہ ابرو ہوا وہاں سر کٹایا مگر بالآخر ان جھوٹے خداؤں نے ان کے ساتھ وہی کچھ کیا جو اپنے پوجنے والوں کے ساتھ آگ کیا کرتی ہے

دنیا بہ اہل خویشِ ترحم نمی کند

آتشِ اماں نمی دہد آتشِ پرست را

دوسری طرف عوام کی حالت بھی کچھ زیادہ قابلِ رشک نہیں ہے وہ بھی ملک و ملت اور دینی مستقبل کے بجائے ذاتی مفاد کو سامنے رکھتے ہیں، اس لئے انہوں نے جس کا بھی انتخاب کیا اس نقطہ نظر سے کیا کہ وہ ان کو نجی اغراض کی تکمیل کے لئے کس حد تک مفید ہو سکتا ہے۔ گویا کہ عوام بھی شکاری اور ان کو شکار کرنے والے لیڈر بھی شکاری۔ یہ ان کو دامِ فریب میں لاتے ہیں اور وہ ان کو مقصود دونوں کا صرف دینا ہے، خدا نہیں۔ کل کی انہیں فکر نہیں، آج کی ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح حق تعالیٰ نے ان کا ذکر کیا ہے۔

إِنَّ هَؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا (پ ۲۹۔ الدھر۔ ع ۲)

یہ (لوگ) تو (بس دنیا ہی) چاہتے ہیں جو سر دست موجود ہے اور روزِ سخت (قیامت) کو اپنے پس پشت ڈال رکھا ہے۔

جہاں صورتِ حال یہ ہو، وہاں ملی وحدت، باہمی مواسات اور خیر خواہی کی فضا مشکل ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے آپ دیکھتے ہیں کہ جب ان کی ذاتی ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں تو رہزنیوں کے اس ٹولے میں بری طرح تو متکار شروع ہو جاتی ہے اور اندر کا کوڑھ ابھر کر باہر آ جاتا ہے۔ ابھی کل کی بات ہے، مسٹر جن کو جماعت کی حقانیت کا معیار اور روحِ جماعت قرار دیتے تھے، دوسرے دن جب وہ ان سے الگ ہوئے تو وطن دشمن، سیاست سے نابلد اور اقتدار کے ناقابلِ کہلائے، اسی طرح جب وہ لوگ جو یک قالبِ دو جان تھے مسٹر سے ناراض ہوئے تو اس کو وہ جلی کٹی سنائیں کہ رہے رب کا نام۔ قرآن کی نگاہ میں، یہ بھان متی کا کنہہ بس کچھ دن کا مہمان ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے قدرتی کشش نہیں ہے بلکہ محض وقتی طور پر خود غرضوں کے ٹولے کا یہ میلہ لگ گیا ہے، جو چند لمحے چلنے پھرنے کے بعد ہوا ہو جائے گا۔ ان کی یہ ٹیپ ٹاپ اور دھاک صرف ظاہری ہے، اندرونی طور پر یہ لوگ ایک دوسرے سے حد درجہ بیگانہ اور بالکل کھوکھلے ہیں۔

بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقَلُوبُهُمْ شَتَّى (پ ۲۸۔ حشر۔ ع ۲)

آپس میں ان کی بڑی دھاک (بیٹھی ہوئی ہے) ہے تو ان کو سمجھے کہ سب ایک ہیں حالانکہ ان کے دل ایک دوسرے سے پھٹے ہوئے ہیں۔

اور اس سے بڑھ کر یہ کہ ایک دوسرے کے لئے خلاف وہ بھدی قسم کی سازشیں بھی کرتے ہیں مگر اس سے نقصان دوسرے کا نہیں ان کا اپنا ہوتا ہے۔

وَلَا يَخِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّءُ إِلَّا بِأَهْلِهِ (پ ۲۲۔ فاطر۔ ع ۵)

اور بری تدبیر (الٹی) بری تدبیر کرنے والے ہی پر پڑتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

چنانچہ آپ سب دیکھ رہے ہیں کہ جو ٹولہ عوامی ٹولہ کہلاتا تھا اور بظاہر اپنے چیئرمین کی مٹھی میں نظر آتا تھا، اور ان کے چیئرمین بھی سب سے بڑے عوامی لیڈر اور جمہوری راہ نماد کھائی دیتے تھے۔ وہ آج یوں تیزتر ہو رہا ہے، جیسے یہ کبھی مل کر بیٹھے ہی نہ تھے، دراصل اس کی یہی وجہ تھی کہ وہ کسی کلمہ جامعہ اور ملی مقاصد سے ہم آہنگ نہیں تھے، کفن چوروں کا ٹولہ تھا جو صرف کام و دہن کے چسکے کے لئے اکٹھا ہو گیا تھا۔ اس لئے جب بندر بانٹ شروع ہوئی تو جو توں میں دال بٹنا بھی شروع ہو گئی۔ اور یہ تان کہاں جا کر ٹوٹے گی؟ ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ ہاں ان سائنڈوں کی لڑائی میں ملک و ملت پر کہیں آنچ نہ آنے پائے بس اس کے لئے دست بد عار ہے۔ پیپلز پارٹی بحیثیت نظم کے ختم ہو گئی ہے۔ جتنا اور جیسا کچھ بظاہر ڈھانچہ نظر آتا ہے وہ دھونس کار بین منت ہے یا لالچ اور حرص و آرزو۔ اس سے پرے اس کی تہہ میں اور کوئی خیر کا عنصر بھی کار فرما ہو؟ بظاہر اس کے کوئی آثار دکھائی نہیں دیتے۔

ملک اور قوم کی یہ کتنی بد نصیبی ہے کہ جو چیز ہر مذہب اور عقل و ہوش کے ہر مکتب فکر میں بری ہے، اسے یہاں ”دین و دانش“ کی معراج تصور کیا جا رہا ہے۔ یعنی عوام اور خواص کو ”آلو“ بنانا۔ حالانکہ یہ کوئی کار خیر نہیں ہے۔ لیکن یہاں اسے سیاست کا شاہکار قرار دیا جا رہا ہے داؤ پیچ دراصل متخارب اقوام کے مابین تو ایک حکمت عملی تصور کی جاسکتی ہے لیکن اپنی قوم اور قوم کے جمہور سے ”کہنا کچھ اور کرنا کچھ“ قوم کی توہین تو کہلا سکتا ہے، اسے سیاست کا شاہکار کہنا ذہنی دیوالیہ کی نشانی ہے۔ اب قوم ایک چور ہے پر پہنچ گئی ہے، جہاں حیرت اور مایوسی کے سوا اس کو کچھ نہیں دکھائی دیتا اور یہ محض اس لئے کہ وہ ہر نعرے باز سیاسی شاطر کے نعرے پر اعتماد کر کے اس کے پیچھے ہو لیتی رہی ہے لیکن چند قدم ان کے ساتھ چلنے کے بعد اس نے ہمیشہ یہی محسوس کیا

جو کچھ کہ دیکھا خواب تھا، جو سنا افسانہ تھا

اب اسی قوم کی اکثریت کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہیں کہ ان سے تو ”غیر“ (یعنی انگریز) ہی اچھے تھے۔ اپنی قوم کے لیڈروں کے بارے میں ان کا یہ تاثر دراصل اس امر کا نماز ہے کہ وہ مجموعی طور پر اپنی قوم کو نا اہل تصور کرتی ہے، حالانکہ بات یہ نہیں ہے۔ اصل قصہ یہ ہے کہ ہماری قوم انتہائی زرخیز کھیتی ہے جس کی کوکھ سے سینکڑوں عالی دماغ اور عالی ظرف امام پیدا ہوئے ہیں۔ ہاں اب ایسا عنصر آکر ضرور چھا گیا ہے جو ذہنی طور پر ”اغوا شدہ“ ہے۔ شکنجہ سے قوم کو نکالا گیا ہے۔ انہوں نے اس طبقہ کو جو ملک میں موثر حیثیت رکھتا تھا اس ڈھب سے تیار کیا تھا جو ان کے چلے جانے کے بعد بھی ان کی نمائندگی کا فریضہ انجام دیتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس طبقہ کو ہدایت دے یا اس بوجھ کو ملت اسلامیہ کے دوش ناتواں سے اتار پھینکے۔ بہر حال جو ٹولہ اس وقت قوم کی گردن پر سوار ہے۔ قوم کے تمام مسائل اور الجھنوں کے باعث اور بنائے فساد بھی یہی طبقہ ہے۔

علامہ اقبال تو اس سلسلے میں اس قدر حساس ہیں کہ وہ کہتے ہیں: قوم کا صالح عنصر اگر وہ جبرئیل بھی تھا تو جب اسے ”فرنگ“ کی صحبت نصیب ہوئی تو وہ ابلیس

ہی ہو گیا:

علم ازور سواست اندر شہر و دشت

جبرائیل از صحبتش ابلیس گشت (مثنوی پس چہ باید کرد)

وہ فرماتے ہیں جتنے مسائل پیدا ہو گئے ہیں، وہ سب اس کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں

مشکلات حضرت انساں ازداست

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آدمیت را غم پہاں ازداست
گو وہ بظاہر بڑے معصوم اور بکری کے لیے نظر آتے ہیں لیکن اصل میں وہ گرگ ہیں۔

گرگے اندر پرستین برہ
ہر زباں اندر کمین برہ

اسے کوئی طبقاتی عصبیت تصور کرے یا ملتِ اسلامیہ کے مفاد کی بات؟ بہر حال ہم پوری قوم سے یہ بات بیاںگ ڈیل کہیں گے کہ آپ کے روگوں کی دوا یہ ”ذریعہ فرنگ“ نہیں ہے بلکہ وہ پاک نہاد روحیں ہیں جن کی آنکھوں میں روحِ حجازی کی شرم ہے۔ یہ سوشلسٹ کوچہ گرد رسوائے زمانہ دانشور اور یہ سرمایہ دار قارون، نوعِ انسان کو جو ذہن دے رہے ہیں وہ علم و ہوش کی بات نہیں بلکہ حقیقت میں وہ ”حجابِ اکبر“ ہے جو ملتِ اسلامیہ کی مت مارنے کے لئے بالخصوص ”بندہٴ مسلم“ کو وہ مہیا کر رہے ہیں، یہ سب بت پرست، بت فروش اور بت گر ہیں۔

دانش حاضر جا اکبر است

بت پرست و بت فروش و بت گر است (اسرار و موزن ص ۷۷)

ملک پر قابض گروہ نے سیاست کے میدان میں اترنے سے لے کر اب تک کتنے روپ بدلے، کیا کیا سو انگ رچائے اور کس کس انداز سے اپنی عقیدت کیش قوم کی آنکھوں میں دھول جھونکی؟ اگر اس کا جائزہ لیا جائے تو شاید اب اسے پہچانا بھی نہ جاسکے۔ غالباً سمندر پار سے جو دشمن اسلام قوم ہم پر بلائے بے درماں بن کر نازل ہوئی تھی اس نے بھی اپنی کرسی اقتدار کو طول دینے اور ہماری قوم کو اندھیرے میں رکھنے کے لئے اتنے پاؤں نہیں نیلے تھے جتنے اس پارٹی اور اس کے چیئرمین نے پینترے بدلے ہیں۔

آپ کہیں گے کہ حالات سازگار نہیں ہیں ہم کہتے ہیں کہ مسلم کے لئے حالات کبھی بھی سازگار سازگار نہیں رہے۔ ہمیشہ وہ اپنی تدبیر اور عزت کے پیمانوں سے اس کا رخ بدلا کرتا ہے۔

اگر گردوں پہ کام اور نہ گرد

بکام خود بہ گرداندر میں را (ارمغان)

اقبال کہتا ہے کہ لا الہ کی قبولہن کی حنا کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک خونیں قبا ہے جو ہمیشہ سر دے کر اوڑھنے کو ملتی ہے اور یہ بزدلوں اور دوں ہمتوں سے بہت ملتی ہے۔

قبائے لا الہ خونیں قبائے است

کہ بر بالائے نامر داں دراز است (ارمغان)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

الغرض:

مغربی علم و دانش اور تہذیب کی ان صورتوں سے ”نجات“ کی توقع نہ رکھیے۔ یہ لوگ وہ زاہد ہیں، جن کا قصہ شیخ سعدی نے بایں الفاظ بیان کیا ہے کہ: ایک بھیڑیا ایک دنبہ لے اڑا، ایک زاہد کو پتہ چل گیا، اس نے اس کا تعاقب کر کے اسے چھڑا لیا، دنبہ نے کہا یہ کتنے ہمدرد انسان ہیں، لیکن جب صبح ہوئی تو اس کے گلے پر چھری رکھ دی، زبان حال سے وہ بولا کہ اچھی رہائی دلائی؟ ان کے پنجہ سے چھڑا کر خود ہی بھیڑیا بن گیا۔ بالکل اسی طرح انہوں نے انگریزوں کے بعد اقتدار سنبھالا تو قوم نے محسوس کیا کہ یہ کتنے بھلے لوگ ہیں، لیکن اب پتہ چلا کہ ہم غلط سمجھے، گو انگریز چلے گئے ہیں مگر ان کی یہ روحیں ابھی زندہ ہیں۔ جو ہمارا پیچھا کر رہی ہیں۔

ہم پوری قوم سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ سنجیدگی سے غور کرے کہ انگریزوں کے ان خود کاشتہ پودوں نے اب تک آپ کو کیا دیا ہے؟ بے حیائی ختم کی، گرانی نیست و نابود کی، اسلام کا بول بالا کیا، شائستگی اور انسانیت پر وان چڑھی، غریبوں کو وارث ملے، ناداروں کو غمخوار نصیب ہوئے سیاست نے شرافت کا چولہا بدلا۔ اخلاق اور ذہن میں نمایاں اور معقول تبدیلی ہوئی، قلم اور ضمیر کی بندشیں دور ہوئیں، قرآن اور رسول کی شرم کو بار ملا؟ آخر وہ کون سی دولت ہے جو آپ کو انہوں نے مہیا کی اور وہ کون سی برائی ہے جن سے آپ کو چھٹکارا نصیب ہوا۔ اگر نہیں ہو تو پھر ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ اگر نتیجہ صفر رہا ہے تو خدا را! اب کا ثابہ لیے اور انگریزوں کے ان پاسبانوں کو چلتا کیجئے! اور ان سنجیدہ لوگوں کو سامنے لائیے جو حسنات کو عام اور سینات کا قلم قمع کر سکیں تاکہ آپ کی آخرت کے ساتھ ساتھ آپ کی دنیوی عافیتیں بھی رنگ لائیں۔ خدا کا نام لے کر اُٹھیے! اللہ ضرور آپ کی لاج رکھے گا، پارلیمانی طریقے کے ساتھ پورا نظام بدل ڈالیے!

وَاللّٰهُ يَعْصِيكَ مِنَ النَّاسِ!

ہم نے یہ باتیں موجودہ قماش کی ہر قیادت سے مایوس ہو کر آپ سے عرض نہیں کی، کیونکہ ان کی وجہ سے ہمیں اپنا، اپنے ملک، اپنی ملت، اپنے قرآن اور اپنے رسول پاک ﷺ کا مستقبل انتہائی خطرہ میں محسوس ہوتا ہے، اگر ذریت فرنگ چندے اور قابض رہی تو ہم پورے وثوق کے ساتھ آپ سے کہتے ہیں کہ:

ملتِ اسلامیہ، ایک ملتِ اسلامیہ کی حیثیت سے زندہ نہیں رہ سکے گی، نہ اسلام جازی اسلام رہے گا۔ ذریتِ افرونگ، افرونگی چالوں سے قوم کو تھکیاں دے دے کر سلانے کی کوشش کر رہی ہے! یقین کیجئے! اگر آپ سو گئے تو جب آپ آنکھ کھولیں گے تو اسلام کے قسم کی کوئی چیز بھی آپ نہیں پہچان سکیں گے۔

ملتِ اسلامیہ کی قیادت کا حق اُمت کے صرف ”اہل اور صالح افراد“ کو پہنچتا ہے، یہ غیروں کے نقالوں اور ذہنی غلاموں کی میراث نہیں ہے، اس لئے ان کے نیچے سے تخت اقتدار اور سر سے تاج کج کلاہی چھین کر ان کو چلتا کیجئے، ہاں اگر وہ دل سے اسلام قبول کر لیں تو ان کی غلامی کیجئے اور ان کے لئے دعا گو رہیے، ورنہ پوری جرأت اور ہمت کے ساتھ اعلان کر دیجئے کہ ہمیں ان سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یہ زائرینِ حریمِ مغرب ہزار رہبر نہیں ہمارے

بھلا ہمیں ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے نا آشنا رہے ہیں (بانگِ درا)

جس غیر اللہ کے تعلق کی وجہ سے کتاب و سنت یا خدا اور رسول کے رشتے کمزور پڑتے ہوں، مسلم اس رشتے کو کبھی قبول نہیں کر سکتا اور نہ کرنا چاہئے! اس لئے جمہوری طریقے سے ان کی بساط الٹ کر جہاد کا وہ فریضہ انجام دے ڈالیے جو امت کے بگاڑ کے ہر مرحلے پر آپ کو انجام دینا آپ کا دینی فریضہ ہو جاتا ہے۔

إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ

عدو شربرا انگیزد کہ خیر مادر اں باشد

پیپلز پارٹی پاکستان اور اس کے چیئرمین آندھی کی طرح اٹھے، سوشلزم کا نعرہ لگایا، عوام کو ”روٹی، کپڑا اور مکان“ کا لار دیا اور دیکھتے دیکھتے ملک کی پوری فضا پر چھا گئے اور آتے ہی ”سوشلزم، سوشلزم“ بولے، اس کے دنیوی منافع گن گن کر بتائے، پھر مسلم عوام کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے بعض نام نہاد ”مولانا“ ڈھونڈ لائے جنہوں نے قرآن کی ایک ایک سطر سے سوشلزم کو ثابت کیا، اس لئے ”سوشلزم“ کو ”پستمر“ دے کر ”اسلامی سوشلزم“ کا نام رجسٹرڈ کرایا۔ اور یہی وہ مولانا تھے جن کے بارے میں مرحوم سابق صدر ایوب نے کہا تھا کہ: انہوں نے معاہدہ تاشقند کو ”صلح حدیبیہ“ قرار دیا تھا۔ بہر حال جمعہ جمعہ ابھی آٹھ دن نہیں ہوئے تھے کہ، ٹرخیوں نے پر پرزے نکالنا شروع کر دیئے اور کچھ ”ہاتفِ غیبی“ نے بھی طنائیں کھینچیں، تو اب ردِ عمل شروع ہوا کہ سوشلزم سے پیچھا چھڑایا جائے، پھر ان لوگوں سے ”المدد“ کہی جو بیگن کے نہیں، ان کے غلام بادام تھے۔ اور ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے صدا بلند ہوئی: سوشلزم غلط، اسلام اور صرف اسلام ہمیں چاہئے۔ اسلام کے ساتھ ”سوشلزم“ کا ٹانگا ہم نے صرف اس لئے لگایا تھا کہ سرمایہ داروں اور ملاؤں کے اقتصادی نظام سے امتیاز ہو سکے، ورنہ ہم تو شروع سے ہی اسلام چاہتے تھے۔ گو ہم جانتے ہیں کہ: یہ لوگ سوشلزم کے سلسلے میں نہ پہلے مخلص تھے اور نہ اب اسلام کے بارے میں مخلص ہیں، دراصل یہ حضرات، کرسی کا تحفظ چاہتے ہیں، وہ سوشلزم کا ٹانگا لگا کر ہویا اسلام کا۔ بہر حال ”محرک“ کوئی ہو، سوشلزم کی یاری سے تو باز آئے۔

عدو شربرا انگیزد کہ خیر مادر اں باشد

ہم بہر حال اس نئے تہنیا اور اعلان کا خیر مقدم کرتے ہیں اور ان کے لئے استقامت کی خدا سے دعا کرتے ہیں، خدا کرے ان کو یہ بات سمجھ میں آجائے کہ: دیا بہت بے وفا ہے، اس کے لئے اپنی حقیقی رب سے بے وفائی، کچھ زیادہ سود مند سودا نہیں ہے، اور وہ بھی بالکل چند روزہ۔ پھر کس نئی پرسد کہ بھیا کون ہو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

التفسیر والتعبیر

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ.
فَازْلَهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ
إِلَىٰ حِينٍ.

اور ہم نے (آدم سے) کہا: اے آدم تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو سہو اور اس میں جہاں کہیں سے جی چاہے با فراغت کھاؤ (پو) مگر اس درخت کے پاس مت پھٹنا (ایسا کرو گے) تو تم (آپ اپنا) نقصان کر لو گے۔ پس شیطان نے ان کو وہاں سے (بہلا پھسلا کر) اکھاڑ دیا اور (آخر کار) بس (مزے) میں تھے اس سے ان کو نکلا دیا اور ہم نے حکم دیا کہ تم (سب) اتر جاؤ، تم میں سے بعضے بعض کے دشمن رہیں گے اور تم کو زمین پر چندے ٹھہرنا اور مقررہ میعاد تک کام چلانا ہے۔

اُسْكُنْ (سکونت کر، آرام کر، رہائش کر، قیام کر) بعض ائمہ کا کہنا ہے کہ اس سے مراد عارضی قیام ہے، لیکن: یہ معنی عرفی تو ہو سکتے ہیں، لغوی یا شرعی نہیں (فتح القدیر) ہو سکتا ہے یہاں عرفی معنی مراد ہوں، کیونکہ کہ **إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً** سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ انہیں بالآخر زمین پر ہی فروکش ہونا تھا۔ ”س، ک، ن“ کے مرکب میں، آرام و سکون کا پہلو بھی مضمر ہے، عدم سے وجود میں آنے کے بعد اب تک جو مراحل ان کو درپیش رہے، اپنی حیثیت کے تعین اور تشخص کے لئے کافی حد تک ان کے لئے یہ سفر، پر خطر اور ہنگامی نوعیت کا رہا تھا، اس لئے ان سے فرمایا کہ: اب آپ یہاں آرام فرمائیں۔ اس اسلوب بیان اور فحوائے کلام سے بھی یہی بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ یہ جنت ان کے لئے عارضی اقامت گاہ تھی۔ کچھ عرصہ بعد تفسیر کبیر دیکھی تو الحمد للہ بات موافق نکلی:

فَهَمَّا لَمْ يَقْبَلِ اللَّهُ تَعَالَىٰ وَهَبَتْ لَكَ الْجَنَّةَ بَلْ قَالَ اسْكُنْتِكَ وَأَمَّا لَمْ يَقْبَلْ ذَلِكَ لِأَنَّهُ خَلَقَهُ خِلَافَةَ الْأَرْضِ
فَكَانَ اسْكُنَ الْجَنَّةَ كَالْتَقَدُّمَةِ عَلَىٰ ذَلِكَ (تفسیر کبیر ص ۲۲۹، ج ۱)

اس خطاب سے معلوم ہوتا ہے کہ:

اس منزل میں حضرت حوا بھی حضرت آدم علیہ السلام کے شریک سفر اور شریک حیات ہو گئی تھیں، باقی رہی یہ بات کہ سجدہ آدم سے پہلے اس کی تخلیق ہوئی تھی یا بعد میں؟ سیاق آیات اور واقعہ سجدہ سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ اس کی تخلیق بعد میں ہوئی تھی، بعض مفسرین نے حضرت ابن مسعود اور ابن عباس کا قول بھی یہی نقل کیا ہے (ابن کثیر و تفسیر کبیر للرازی وغیرہ)

سجدہ آدم کو ہوا، حوا کو نہیں، کیونکہ عورت مرد کے تابع ہوتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مرد کے مقابلے میں عورت کی حیثیت ثانوی ہے۔ اس کے علاوہ اس سے غرض ایک یہ بھی ہے کہ: صنف نازک ابن آدم کے لئے ایک ”وجہ قرار“ بھی ہے، مردوں پر ذمہ داریوں کا جو بوجھ ہے ان کی وجہ سے ان پر جو اضمحلال اور ملال جیسی کیفیتیں طاری ہوتی ہیں، ضروری تھا کہ ان کے لئے تسکین اور قرار کی کوئی صورت پیدا کی جائے، چنانچہ عورت کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تخلیق کی گئی۔ یہ ٹھیک ہے کہ عورت کا بذاتِ خود ایک مقام ہے اس لئے وہ بھی خدا کے ہاں جواب دہ ہے لیکن نظامِ دنیا کی حد تک اس کی حیثیت ایک معاون کی ہے پیشرو کی نہیں ہے۔ باقی رہی خدا کی عبادت اور رسول کی اطاعت کی بات؟ سو وہ اس معاملے میں مرد کی طرح بالاصالہ اور ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔

رَغَدًا (وافر اور بے کد و کاوش) مفسرین نے اس کے معنی، ایسی روزی کے کیے ہیں جو خوشگوار بھی ہو اور بلا کو کاوش اور محنت بھی۔

الرغد: العیش الہئی الذی لا عناء فیہ (فتح القدیر)

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اصلی بہشت اور جنت تھی، کیونکہ یہ وہاں کی زندگی کا خاصہ ہے، دنیا میں لوازماتِ حیات کے لئے تگ و دو اور محنت ہی کرنا پڑتی ہے، اس کے بغیر مشکل ہے **الا ان یشاء اللہ! وہو فعال لما یرید وعلی کل شیء قذیر۔**

حیث شئتما (جہاں سے چاہو) سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وہاں پوری آزادی تھی، صرف ایک درخت کی بات تھی کہ اسے چھوڑ دو، اور جو چاہو اور جہاں سے چاہو، کھاؤ پیو اور مزے لو! ظاہر ہے یہ مقام ہقام بہشت ہی ہو سکتا ہے۔

لَا تَقْرَبَا (قریب بھی نہ جاؤ) ممنوع دراصل ایک شے ہوتی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ بسا اوقات وہ امور بھی ممنوع قرار دے دیئے جاتے ہیں جو ممنوع چیز کے ارتکاب کا سبب بن جاتے ہیں، یا ان سے کم از کم ممنوع چیز کے سلسلے میں مطلوب اجنبیت، پرہیز اور انقباض کے رنگ کے پھیکے پڑ جانے کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔ فقہاء کی زبان میں اسے ”سد ذریعہ“ کہا جاتا ہے۔

یہاں پر بھی یہی بات ہے کہ: منع درخت کا کھانا اور چکھنا تھا، مگر فرمایا: اس کے پاس بھی نہ پھٹکو۔ یعنی اتنے فاصلے پر جا پہنچنا کہ اس کے بعد بس اگلا قدم وہاں ہی جا پڑے۔ تم پر بالکل حرام ہے:

اس کے متعلق حضرت امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ (ف ۵۵ھ) حضرت امام ابن تیمیہ (ف ۷ھ) اور حضرت امام شاطبی (ف ۷۰۰ھ) نے تفصیل سے بحث کی ہے، خاص کر حضرت امام ابن القیم نے جس جامعیت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ وہ بہت معیاری ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔

مقاصد کے حصول کے لئے کچھ وسائل، اسباب اور طریقے ہوتے ہیں، اور وہ ان کے تابع ہوتے ہیں، مقاصد اور مطالب حرام ہوتے ہیں، تو اس سلسلے کے جتنے ذرائع اور وسائل ہوتے ہیں وہ بھی حرام ٹھہرتے ہیں، اگر حلال اور جائز ہوتے تو وہ بھی جائز تصور کیے جاتے ہیں۔

لما كانت المقاصد لا يتوصل اليها الا بأسباب وطرق تفضي اليها كانت طرقها واسبابها تابعة لما معتبرة بها..... فوسيلة المقصود تابعة للمقصود وكلاهما مقصود لكنه مقصود قصد الغايات

(اعلام الموقعین ص ۶۲، ۶۳ طبع ہند)

جو فعل یا قول کسی مفسدہ پر منتج ہوتا ہے، اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو براہِ راست حرام تک پہنچاتی ہے، جیسے شراب کا پینا کہ وہ نشہ جیسے مفسدہ تک پہنچا دیتا ہے۔ دوسری وہ جو پہلے تو جائز اور مستحب تک پہنچاتی ہے پھر ارادۃً یا بے ارادہ اسے حرام کے ارتکاب کے لئے ذریعہ بنا دیا جاتا ہے۔ قصد کی مثال جیسے ایک شخص نکاح کرتا ہے مگر بے غرض حلالہ۔ ظاہر ہے نکاح تو حلال ہے مگر حلالے کے لئے نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فنقول الفعل والقول المفضی الی المفسدة قسماً ان یكون وضعه للافضاء الیها کشرب المسکر المفضی الی مفسدة السکر..... والثانی ان تكون موضوعة للافضاء الی امر جائز او مستحب فیتخذ وسیلة الی المحرم اما بقصدہ او بغير قصد منه فالاول کمن یعقد النکاح قاصداً به التحلیل (ص ۲، ۳ طبع ہند)

پھر فرمایا کہ اس قسم کے ذرائع دو نوع کے ہیں۔ ایک یہ کہ مصلحت فعل، اس کے مفسدہ سے رنج ہو، دوسرا یہ کہ مفسدہ، مصلحت سے رنج ہو۔

احدہما ان تكون مصلحة الفعل ارجع من مفسدة والثانی ان تكون مفسدة راجحة علی مصلحته (ص ۲، ۳)

اب اس کے چار اقسام بن گئے ہیں (۱) یہ ذریعہ، مفسدہ تک پہنچائے (۲) یا یہ کہ مباح تک پہنچائے، آگے وہ مفسدہ کا ذریعہ بن جائے (۳) تیسرا یہ کہ امر مستحب تک پہنچائے، آگے وہ مفسدہ تک پہنچا دے (۴) چوتھا یہ کہ: مباح تک کا ذریعہ، کبھی ایسے مفسدہ کے لئے ذریعہ بن جاتا ہے۔ جس سے مصلحت فعل رنج ہوتی ہے۔

الاول وسیلة موضوعة للافضاء الی المفسدة الثانی وسیلة موضوعة للمباح قصد بہا التوصل الی مفسدة مفضیة الیها غالباً ومفسدته ارجح من مصلحتها (الثالث وهو وسیلة موصلة الی المستحب ولكنها موصلة الی المفسدة۔ کذاہا مشہ) الرابع وسیلة موضوعة للمباح وقد تفضی الی المفسدة ومصلحتها ارجح من مفسدتها ومثال الرابع النظر الی المخطوطة (ص ۲، ۳)

پھر فرمایا: یہ چوتھی قسم مباح یا مستحب یا واجب ہو سکتی ہے، باقی رہی پہلی؟ وہ مکروہ یا حرام ہے حسب درجات، ہاں درمیانی دو کی بات رہ جاتی ہے، فرمایا: وہ بھی صحیح یہ ہے کہ ممنوع ہیں۔ پھر اس تقریباً ۹۹ مثالیں پیش کر کے اس کی ممنوعیت کو ثابت کیا ہے۔

فالشریعة جاءت بأباحة هذا القسم او استحبابه او ایجابہ بحسب درجاتہ فی المصلحة وجاءت بالمنع من القسم الاول کراهة او تحریماً بحسب درجاتہ فی المفسدة بقی النظر فی القسمین الوسط هل ہما مما جاءت الشریعة بأباحتهما او المنع منہما فنقول الدلالة علی المنع من وجوہ (ص ۲، ۳)

اس بحث کے آخر میں فرماتے ہیں کہ: تکلیف کا ۴/۱ سد ذرائع کا باب ہے کیونکہ وہ امر ہے یا نہی، امر دو قسم ہے، بنفسہ مقصود ہے یا وسیلہ الی المقصود، اسی طرح نہی کا حال ہے، مفسدہ فی نفسہ کی وجہ سے ممنوع ہے یا وسیلہ الی المفسدہ کی بناء پر، بہر حال ذرائع کا مسئلہ دین کا ۴/۱ ہوا۔

وباب سد ذرائع احداً رباع التکلیف فانه امر ونہی والامر نوعات احدها مقصود بنفسہ الثانی وسیلة الی المقصود۔ والنہی نوعان احدهما ما یكون المنہی عنه مفسدة فی نفسہ والثانی ما یكون وسیلة الی المفسدة فصار سد الذرائع المفضیة الی الحرام احداً رباع الدین (اعلام الموقعین طبع ہند ص ۲، ۷)

حضرت امام ابن القیمؒ نے ”اغنیۃ اللہقان“ میں بھی اس پر خاص روشنی ڈالی ہے۔ جو دیدنی ہے بلکہ بعض لحاظ سے اعلام الموقعین سے بھی زیادہ طمانیت بخش ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وبالجملة فالحرمان قسبان: مفسد وذرائع موصلة اليها مطلوبة الاعداد كما ان المفسد مطلوبة
الاعداد - والقربات نوعان: مصالح للعباد وذرائع موصلة اليها، ففتح باب لذرائع في النوع الاول كسد باب
الذرائع في النوع الثاني وكلاهما مناقص لما جاءت به الشريعة (اغاثة اللفهان ص ۳۷۰)

امام ابن تیمیہؒ حرائی نے اس موضوع پر جس رسالے میں سب سے زیادہ روشنی ڈالی ہے اس کا نام اقامۃ الدلیل علی ابطال التحلیل ہے۔ تقریباً ۲۲۶ صفحات پر مشتمل ہے اور خوب ہے تاہم اکثر مسائل وہی ہیں جو ابن القیمؒ نے بتا دیئے ہیں۔ آپ نے ایک مقام پر ”سد ذرائع“ کے سلسلے میں جو چند سطریں لکھی ہیں، وہ نہایت بصیرت افروز ہیں فرماتے ہیں۔

الغرض ذرائع اور مادہ شر کے رخنہ بند کرنے میں شریعت کے بہت سے ایسے ہی اسرار ہیں جن کا علم انسان کی جبلتی کمزوریوں سے واقف شارع کو ہی ہو سکتا ہے۔ اب اگر کوئی شخص شارع سے زیادہ عقلمند بنتا ہے، پہلے کسی شے میں علت تحریم فرض کرتا ہے، پھر اس میں تاویل کر کے محظور کو مباح ٹھہراتا ہے تو ایسا شخص

”امر رب سے جاہل ہے، اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے، وہ نہیں سمجھتا کہ اگر وہ کفر سے بچ بھی جائے تاہم بدعت، فسق قلت فہم اور دین میں بے بصیرتی سے نجات نہیں پاسکتا (ابن تیمیہؒ حص ۷۳۳ بحوالہ اقامت الدلیل ص ۱۲۰)

حضرت امام احمد کے نزدیک ایسے دکاندار سے سودا لینا جائز نہیں ہے جو اپنے ہمسایہ دکاندار کو نقصان پہنچانے کے لئے چیزوں کی قیمتیں گھٹا کر بیچتا ہے، کیونکہ ان کی غرض عامہ مخلوق کو نفع پہنچانا نہیں ہے بلکہ ضرر پہنچانا ہے۔

اسی طرح فتنہ و فساد کے عہد میں اسلحہ کی فروخت بھی جائز نہیں، کیونکہ اس سے فتنہ و فساد کی آگ اور تیز ہونے کا امکان ہے۔ ایک شخص کے پاس کھانے پینے کی چیزیں موجود ہیں مگر لوگوں کو دیتا نہیں بلکہ بھوک پیاس سے کوئی مر جاتا ہے تو امام احمدؒ کے نزدیک اس سے خونہا وصول کیا جائے گا کیونکہ اس کی سنگ دلی کی وجہ سے وہ مرا ہے۔

الغرض وہ راستے اور کیفیات جو کسی ناجائز بات کے ارتکاب کا ذریعہ بن سکتی ہیں، وہ راستے اور واسطے یا کیفیتیں بھی حرام، مکروہ اور ناجائز ہو جاتی ہیں اور جو امور جائز اور مبارک بات تک پہنچانے کا وسیلہ اور ذریعہ بنتے ہیں، وہ بھی مبارک، جائز اور محمود بن جاتے ہیں، اس بات کو یاد رکھنے سے انسان بہت سے امور کے بارے میں خود فیصلہ کرنے کے قابل ہو جاتا ہے کہ: ان کا بالآخر انجام کیا ہو گا اور ان کی تان کہاں جا کر ٹوٹے گی۔ اس لئے اب ان کا کیا حکم ہونا چاہئے، جائز یا ناجائز؟ بہر حال قرآن حکیم نے ’وَلَا تَقْرَبَا‘ کہہ کر اس بہت بڑی حکمت کی طرف اشارہ کر دیا ہے، اگر آپ چاہیں تو اس اصول کے ذریعے اپنے اور اپنے گرد و پیش کی تمام تحریکات سکنت اور تعامل پر علی وجہ البصیرت تبصرہ اور محاکمہ کر سکتے ہیں۔

شجرۃ وہ شجرۃ (درخت) کیاشتہ ہے، جس سے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روک دیا گیا تھا۔ کہتے ہیں اس سے مراد گندم، انجیر، انگور وغیرہ وغیرہ ہے مگر اس کی دلیل کوئی نہیں بعض مجددین کا خیال ہے کہ: اس سے مراد ”بدی“ ہے، دلیل میں **مثل کلمۃ خبیثۃ کشجرۃ خبیثۃ** (سورۃ ابراہیم) پیش کرتے ہیں، مگر یہ بھی ایک تکلف ہے۔ کیونکہ شیطان نے ورغلاتے ہوئے آدم سے کہا تھا کہ اس سے آپ کو روک دینے کی وجہ یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے کہ کہیں اس کی وجہ سے آپ کو دوام حاصل نہ ہو جائے یا آپ فرشتے نہ بن جائیں۔ **مَا نَهَكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَكَئِينَ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ**۔ ظاہر ہے کہ حضرت آدم کو اتنا تو بہر حال معلوم تھا کہ بدی اس کا ذریعہ نہیں بن سکتی جس کی طرف شیطان نے دعوت دی تھی اس کے علاوہ جس طرح **شجرۃ خبیثۃ** کا ذکر آیا ہے اسی طرح **شجرۃ ملعونۃ** کا بھی آیا ہے (اسرائیل ع ۶) ایک درخت کو **طعام الاثیم** (دخان ع ۳) **شجرۃ تخرج فی اصل الجحیم** (صافات ع ۲) اسی طرح **شجرۃ مبارکۃ** (نور ع ۵) **شجرۃ تخرج من طور سینا** (مومنون ع ۱) بھی کہا گیا ہے۔ بہر حال ان آیات سے معلوم ہوا کہ درختوں کی یہ ساری اقسام، مجاز نہیں۔ حقیقت بھی ہیں۔ جب حقیقت ممکن ہے تو پھر مجاز کی طرف جانے کی کیا ضرورت ہے؟

صحیح یہ ہے کہ یہ بہر حال کوئی درخت تھا، وہ کون سا تھا؟ حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ہاں اتنا پتہ چلتا ہے کہ: اسے حضرت آدم علیہ السلام کے لئے ایک آزمائش کا نشان مقرر کیا گیا تھا۔ غرض یہ تھی کہ حضرت آدم پر واضح ہو جائے کہ: ابن آدم کو کچھ پابندیاں بھی درپیش ہیں۔ اگر ان کے سلسلے میں اختلاف ممکن ہے تو پھر ان کی جگہ جنگ نہیں دنیا ہے۔ جنت دار الجزاء ہے۔ دار العمل نہیں ہے۔ گو اس خروج کا محرک معصومانہ لغزش ہو یا مجرمانہ سازش اس کا سبب ہو، بھول ہو یا جذبہ نیک نیتی کی لپک اس کا باعث ہو، بہر حال اس سے ثابت ہو گیا کہ جنت میں انسان کا احکام الہی اور پابندیوں پر کماحقہ پورا اترنا بالکل مشکل ہے۔ اس لئے ان کو حکم ہوا کہ اب آپ یہاں سے تشریف لے جائیں۔

فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ (اور ظالموں میں سے ہو جانا، کہیں ان میں سے نہ ہو جانا جنہوں نے ظلم کیا یا اپنے آپ سے بے انصافی کی) بریکٹ میں ہم نے اس جملے کے سبب محتمل معنی ذکر کر دیئے ہیں، جو یہاں سب ممکن ہو سکتے ہیں۔ ایک معنی یہ ہوئے کہ: جو ظالم ہیں، ان میں سے آپ نہ ہوں، یعنی آپ بھی بے انصاف نہ بنیں، دوسرا یہ کہ اپنے آپ سے بے انصافی نہ کریں۔ غلط راہ اختیار کر کے اپنا انجام خراب نہ کریں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ: انسان اگر اپنے ساتھ بھی بے انصافی کرنا چاہے تو عند اللہ وہ اس کا بھی مجاز نہیں ہے، کیونکہ وہ اپنا مالک نہیں ہے۔ بلکہ یہ زندگی اس کے پاس خدا کی طرف سے امانت ہے۔ امانت میں خیانت کرنا سب کے نزدیک برا ہے۔

ظلم محل اور موقع کے اعتبار سے اس لفظ کے معنی میں بڑا تنوع ہے۔ مگر سب سے ”قدر مشترک“ بے محل اور بے موقع کسی چیز کا استعمال ہے (وضع الشیء فی غیر موضعه۔ مختار الصحاح و مفردات) وہ بصورت زیادتی ہو یا کمی (مفردات راغب) روشنی کا جاتے رہنا، جہالت، شرک، فسق و فجور، زیادتی کرنا، اندھا پن، کمی کرنا، شرارت، راستہ سے ہٹ جانا، رات کے پہلے حصے کی تاریکی، قمری ماہ کی آخری تین راتیں، غصہ، ترچھی نگاہ، غصے کی نظر کٹھن، داد خواہی، عذاب، بہت اندھیرا، نافرمانی۔ ”ظلم“ کے مادہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ (مفردات، مختار الصحاح، منجد، منتهی الارب فی لغات العرب وغیرہ)

اس لفظ کے مختلف معانی آپ کے سامنے رکھنے سے غرض یہ ہے کہ، آپ غور فرمائیں کہ
اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی، کے مصداق اس میں خیر و خوبی کی کوئی رقم بھی کہیں نظر آتی ہے؟ حاشا وکلا!
امام راغب اصفہانی (ف ۵۰۲) فرماتے ہیں کہ:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ظلم کی تین قسمیں ہیں (۱) خدا کے ساتھ بے انصافی (۲) ایک دوسرے کے ساتھ بے انصافی (۳) اور اپنی ذات کے ساتھ بے انصافی۔
ظلم بین الانسان وبين الله تعالى واعظمه الكفر والشرك والنفاق، ظلم بينه وبين الناس، وظلم بينه وبين نفسه (مفردات)

امام موصوف اس موقع پر ایک عجیب اور معنی خیز بات کہتے ہیں، فرماتے ہیں یہ تینوں قسم کا ظلم درحقیقت ظلم علی النفس ہی ہے..... فرماتے ہیں اس بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ ظالم اپنے ظلم کی ابتداء ہمیشہ اپنی ذات سے کرتا ہے (مفردات مترجم)

ظلم اور قرآن:

قرآن حمید میں اس موضوع پر جو کچھ آیا ہے اس کا سلسلہ کافی طویل ہے۔ یہاں پر ہم اس کا صرف اتنا حصہ پیش کریں گے جتنا باقی ماندہ کا بھی کفیل ہو سکے۔

شرک:

شرک سب سے بڑا ظلم اور بے انصافی ہے: (کیونکہ اس سے بڑھ کر بے محل اور بے موقع بات اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ: کسی کو اس کی خدائی میں شریک مان لیا جائے۔

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (پ ۲۱۔ لقمان۔ ع ۲)

تکذیب آیات:

اللہ کی آیات کو جھٹلانا، اندھا پن اور اندھیرے کی بات ہے۔

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمُّكُمْ فِي الظُّلُمَاتِ (پ ۷۔ الانعام۔ ع ۴)

ہوئی و نفس کے بندے: نفس اور ہوئی کے بندے ظالم لوگ ہیں۔

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْوَاءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ (پ ۲۱۔ روم۔ ع ۴)

خدا کے بجائے نفس و طاغوت کی غلامی پر قناعت، رجوع الی الحق کی توفیق سے محرومی کا نتیجہ ہے۔

فَمَنْ يَهْدِي مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ (ایضاً)

حق کے خلاف سرگوشیاں:

یہ انہی ظالم اور بے انصاف لوگوں کا کام ہے کہ خفیہ میٹنگیں کر کے حق کی راہ روکنے کی تدبیریں کرتے ہیں۔

وَأَسْرُوا النَّجْوَى الَّذِينَ ظَلَمُوا هَلْ هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ أَفَتَأْتُونَ السَّحَرَ وَ أَنْتُمْ تُبْصِرُونَ (پ ۸۔ اعراف۔ ع ۱)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عیش و عشرت میں مگن:

وہ بھی ظالم ہی تھے جو دادریش دیتے رہے۔

وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أَثَرُوا فِيهِ (پ ۲۱۔ ہود ع ۱۰)

قیامت میں خسارے:

قیامت میں خسارے میں بھی یہی ظالم لوگ ہوں گے جنہوں نے آیات الہی سے بے انصافی کی۔

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ (پ ۸۔ اعراف ع ۱)

ظالموں کے لئے معذرت:

قیامت میں ان ظالموں کے لئے معذرت کی کوئی گنجائش نہیں رہے گی جو آخرت کی جواب دہی کے سلسلے میں بے یقینی میں مبتلا تھے۔

فَيَوْمَئِذٍ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ (پ ۲۱۔ روم ع ۶)

تیموں کا ناحق مال کھانا:

تیموں کا ناحق مال کھانا، بھی ظلم ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتِيمِ ظُلْمًا إِنَّهُمْ يَكُلُونَ فِي نُطُوفِهِمْ نَارًا (پ ۴۔ النساء ع ۱)

خدا کی بات بدل دیتے ہیں:

ظالم اور بے انصاف لوگ خدا کی بات کی بجائے اپنی ہانکتے ہیں۔

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ (پ ۱۔ بقرہ ع ۴)

سب سے بڑے ظالم:

جو خدا کے نام پر فراڈ کرتے ہیں۔

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا (انعام ع ۱۴)

جو حق کی شہادت چھپاتے ہیں۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللَّهِ (بقرہ ع ۱۶)

جو آیات الہی سن کر منہ موڑ لیتے ہیں اور قیامت کی فکر نہیں کرتے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ فَأَعْرَضَ عَنْ نَاسِي مَا قَدَّمَتْ يَدَاہُ (پ ۱۵۔ الکہف ع ۸)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عاد اولیٰ، قوم ثمود اور قوم نوح بڑے ظالم تھے۔

إِنَّهُمْ كَانُوا هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْعَى (پ ۲۷-انجم-ع ۳)

مسجدوں میں یاد الہی سے روکتے ہیں:

وہ بھی بڑے ظالم ہیں جو خدا کے گھر میں یاد الہی سے روکتے ہیں۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا (پ ۱-بقرہ-ع ۱۱)

واضح آیات و نشانات کا انکار:

جو واضح آیات اور نشانات حق کا انکار کرتے ہیں، ظالم ہیں۔

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونََ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا (پ ۱۱-یونس-ع ۲)

دیس نکال:

حق کے داعیوں کو دیس بدر کرنا اور الٹا ان کو مجبور کرنا کہ وہ ان کے انکار پر لبیک کہیں ظلم ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُوذُنَّ فِي مِلَّتِنَا فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَتُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ

(پ ۱۳-ابراہیم-ع ۳)

اعراض اور عمل کی سنگینی سے غفلت:

اللہ کی آیات پڑھ کر اس کو سمجھایا جائے تو وہ منہ موڑ کر چل دے اور جو کر توت کر چکا ہے اس کی سنگینی سے غافل ہوا ہے تو وہ بھی بڑے ظالم ہیں۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ فَأَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدْ مَتَّ يَدَاہُ- (پ ۱۵-اکھف-ع ۸)

ہم بے بس تھے:

احکام الہی کی تعمیل میں کوتاہی کرنے کے بعض لوگ یہ بہانے بناتے ہیں کہ ہم فلاں لوگوں کے مقابلے میں بے بس تھے۔ اس لئے ان کی ہاں میں

ہاں ملانا پڑی۔ یہ بھی ظالم ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْنَاهُمُ الْهَالِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ؟ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ (پ ۵-النساء-ع ۱۴)

دیکھ بھال کر منکرین کا ساتھ دے:

اس کو یہ معلوم ہو کہ اللہ اور اس کے رسول پاک کی مرضی یہ ہے، لیکن اس کے باوجود وہ ساتھ ان کا دے جو اس کے خلاف چلتے ہیں وہ بھی ظالم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہیں۔

وَلَئِنْ أَتَبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ (پ ۲۔ بقرہ۔ ۱۷۷)

حاملین حق کو پاگل کہتے ہیں:

داعیانِ حق کے خلاف لوگوں میں یہ چرچا کرتے ہیں کہ یہ دیوانے ہیں، ان کو زمانے کا کچھ پتہ نہیں، یہ ہے وہ ہے۔ یہ سب ظالم ہیں۔

وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِنَّا تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَسْحُورًا (پ ۱۸۔ فرقان۔ ۱۷)

وقار کا مسئلہ بنا لیتے ہیں:

جب حق ان کی ڈینگوں کے علی الرغم موجود ہوتا ہے تو وہ حق کی صداقت کا یقین رکھتے ہوئے بھی اس کی تعمیل سے گریز کرتے ہیں اور اڑ جاتے ہیں۔

وَبَحِّدُوا إِلَيْهَا وَاسْتَيْقِنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا (پ ۱۹۔ النحل۔ ۱۷)

الغرض ظلم ایک ایسی تلوار ہے جس کا کھیت کبھی ہر انہیں دیکھا گیا، گو ان آیات کا زیادہ تعلق منکرین سے ہے تاہم دیکھنے کی بات یہ ہے کہ: یہ کروت مسلم کے نہیں، کفار کے ہو سکتے ہیں۔ اس کے باوجود اگر مسلم بھی اسی کوڑھ میں مبتلا ہو جس کا الزام خدا کافروں کو دے رہا ہے تو پھر مسلم اس الزام سے کیوں بری الذمہ قرار دیا جائے۔

اُلٹے جانا:

قرآن کسی طرف بلائے اور وہ دوسری طرف کو اٹھ دوڑیں، حکم کچھ ہو، وہ کچھ اور کریں، یہ کروت بھی ظالموں کے ہوتے ہیں:

وَإِذْ قِيلَ لَهُمْ اسْكُنُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُولُوا حِطَّةٌ وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَتَكُمْ سَتَنَزِّلُ الْمُنْزِيلَ. فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ (پ ۹۔ اعراف۔ ۲۷)

احادیث اور ظلم: اندھیرے ہی اندھیرے:

فرمایا ظلم قیامت میں اندھیرے اندھیرے ثابت ہو گا۔

الظلم ظلمات يوم القيامة (صحیحین عن ابن عمر)

آپس کی بے انصافیاں:

بندوں نے ایک دوسرے کے ساتھ جو بے انصافیاں اور زیادتیاں کی ہوں گی جب تک مظلوم معاف نہیں کرے گا خدا انہیں معاف کرے گا۔ باقی رہی وہ بے انصافیاں جو خدا کے ساتھ کی جاتی ہیں، وہ خدا کی مرضی ہے، معاف کرے یا نہ۔

وَدِيَّان لَا يَتَرَكُهُ اللَّهُ ظُلْمَ الْعِبَادِ فِي مَا بَيْنَهُمْ حَتَّى يَقْتَضِيَ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ وَدِيَّان لَا يَعْْبَأُ اللَّهُ فِي مَا بَيْنَهُمْ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وبین الله فذالك الى الله ان شاء عذبه وان شاء تجاوز عنه (شعب الایمان)

ظالم کا حامی:

جو شخص جان بوجھ کر ظالم کا ساتھ دیتا ہے، اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

من مشى مع ظالم ليقويه وهو يعلم انه ظالم فقد خرج من الاسلام (ایضاً)

اپنے ساتھ بے انصافی:

جو شخص کسی کی دنیا کے لئے اپنی آخرت ضائع کرتا ہے۔ قیامت میں وہ سب سے برا ہو گا۔

من شر الناس منزلة يوم القيامة عبد اذهب آخرته بدنیا غیره (ابن ماجہ)

قیامت میں:

قیامت میں ظلم کا حساب دیئے بغیر بہشت میں جانا مشکل ہے۔

من كانت له مظلمة لاخيه من عرضه او شيء فليتحلل منه قبل ان لا يكون دينار و درهم ان كان له عمل

صالح اخذ منه بقدر مظلمته وان لم يكن له حسنات اخذ من سيئات صاحبه فحمل عليه (بخاری)

ان کے گاؤں سے روتے ہوئے گزرو:

جن لوگوں نے اپنی ذات سے بے انصافیاں کی ہیں خدا کے نافرمانوں کے گاؤں سے گزر ہو تو جلدی سے نکل جاؤ!

لا تدخلوا مساكن الذين ظلموا انفسهم الا ان تكونوا باكين ان يصيبكم ما اصابهم ثم قنع راسه واسرع

السیر حتی اجتاز الوادی (صحیحین عن ابن عمر)

مظلوم کی بددعا:

مظلوم کی بددعا سے بچئے۔

اياك وعدوة المظلوم فانما يسئال الله حقه وان الله لا يمنح ذا حق حقه (شعب الایمان)

ظلم کرنا حرام ہے:

فرمایا: میرے بندو! میں نے اپنے آپ پر ظلم اور بے انصافی کو حرام کیا ہے، تم پر بھی حرام کرتا ہوں کہ ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنا۔

يا عبادي اني حرمت الظلم على نفسي وجعلته بينكم محرماً فلا تظالموا (الحديث قدسی۔ مسلم عن ابی ذر)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حاصل آیت:

جب ملائکہ پر حضرت آدم کی برتری واضح ہو گئی تو انہیں پورے شاہی اعزاز کے ساتھ بہشت میں ٹھہرنے کو کہا گیا، صرف اتنی احتیاط ملحوظ رکھنے کی تاکید کی گئی ہے کہ فلاں درخت کے پاس نہ جانا، ورنہ کام خراب ہو جائے گا۔

فَاَزَلَّهُمَا (تو انہیں پھسلادیا) وہ کیسے؟ بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ دخولِ آدم کے وقت تک بہشت دارالجزایا دارخلد نہ تھی جیسا کہ اب ہے۔ بلکہ اس وقت وہاں تکلیفات شرعی تھیں۔ احکام تھے، نواہی تھیں اور جب جنت کی ماہیت یہ تھی تو کوئی اشکال نہیں رہتا وہاں وسوسہ شیطانی کے پہنچ جانے پر کسی تنفس کے وہاں سے نکالے جانے پر انتہی۔

گویہ توجیہ بظاہر وزنی محسوس ہوتی ہے مگر بات بے دلیل ہے کیونکہ قرآن و حدیث میں اس توجیہ کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔ آخر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تو وہاں تشریف لے گئے تھے پھر وہاں سے واپس بھی تشریف لے آئے تھے، وہاں جانا یا وہاں سے واپس آنا بھی تو خدا کے حکم ہی سے تھا، کیا یہ حکم شرعی نہیں ہے، بہر حال ہمارے نزدیک صحیح وہی ہے جو اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں۔

جب یہ صورت حال پیدا ہو گئی تو حکم ہوا کہ اب آپ ’زمین‘ پر تشریف لے جائیں، آپ کو ایک مقرر وقت تک وہاں رہنا ہو گا، لیکن بہشت کا یہ خاصہ ہے کہ وہاں باہم کدورتیں نہیں ہوں گی، اس لئے وہاں پر اس کا اندیشہ ہی نہیں تھا، باقی رہی یہ زمین؟ تو یہاں اس کا التزام نہیں کیا گیا، بلکہ اس کے فطری خمیر میں باہمی آویزش کا بھی ایک پہلو مضمر اور پوشیدہ ہے۔ اس لئے فرمایا کہ یہاں سے آپ تشریف لے جائیں، اور جا کر زمین پر اپنے ڈیرے ڈالیں۔ زمین ایک محدود کائنات ہے اس لئے اس امر کا امکان موجود ہے کہ کچھ باہم الجھیں اور الجھا کریں۔

”بعض کا دشمن بعض“ کہا ہے کیونکہ کل ابنائے جنس سے یہ معاملہ نہیں ہو گا، ایک سے اگر الجھے گا تو دوسرے کی طرف لپکے گا بھی۔ اس لئے جن مترجمین نے اس ٹکڑے کے معنی ”ایک دوسرے کے دشمن ہو کر“ کیے ہیں، وہ واقعات کے بھی خلاف ہیں اور **بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ** کے جملہ کی روح کے بھی منافی ہیں۔

إِلَىٰ حَبْنٍ (وقت مقرر تک) فرمایا ہے، کیونکہ یہاں سدا نہیں رہنا، بس ایک مسافر کی طرح آئے، سفر کی منزلیں طے کر کے پھر اسے ادھر ہی واپس لے جانا ہے، جہاں سے تشریف لائے تھے۔ اب یہاں سے تشریح کا وہ سلسلہ شروع ہونے کو ہے، جو اس کی تخلیق کا باعث تھا۔

نکتہ صوفیاء:

حضرت آدم علیہ السلام کا خلد سے نکلنا، ایک عظیم المیہ اور حادثہ تصور کیا جاتا ہے۔ مختلف لوگوں نے اس کے مختلف اسباب بیان کیے ہیں، حضرت احمد بن محمد بن سہل بن عطا، رومی متوفی ۷۰۹ھ جو حضرت جنید بغدادی اور ابو سعید فراز، جیسے عظیم بزرگوں کے مصاحبوں میں سے تھے وہ فرماتے ہیں کہ:

حضرت آدم نے کہا کہ الہی: تو نے مجھے کیوں سزا دی، میں نے تو درخت محض تیرے جوار میں سدا رہنے کے لئے کھایا تھا؟ فرمایا: تو نے خلود

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

درخت سے طلب کیا ہے۔ حالانکہ وہ شے میرے قبضے میں ہے (مختصر الواقع الانوار شعرائی)

نام خدا کی شرم نے مارا:

جب خدا کا حکم تھا کہ اس درخت کے نزدیک بھی نہ جانا تو حضرت آدم علیہ السلام اس کے بھرے میں کیسے آ گئے؟ حضرت امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ (ف ۷۵۰ھ) اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ جب نام خدا کا واسطہ دیا جاتا ہے تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ”نام خدا کی“ عظمت کے پیش نظر اسے باور کر لیتے ہیں، جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چور کو چوری کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: تو نے چوری کی ہے؟ کہنے لگا: نہیں! اس اللہ پاک کی قسم جس کے سوا اور کوئی خدا نہیں! تو سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بولے، میں اللہ پر ایمان لایا اور اپنی آنکھوں کو جھٹلایا۔

وفي الصحيح ان عيسى ابن مريم عليه السلام راى رجلا يسرق فقال سرقت؟ فقال: لا! والله الذي لا اله الا

هو! فقال المسيح: امنت بالله وكذبت برى - اغاثة اللهفان ص ۱۱۵، ج ۱)

جس ذات پاک کی طرف سے وہ مبعوث ہوتے ہیں اگر وہ اس کے نام کا اعتبار نہ کریں تو اور کون کرے گا؟ کیونکہ جلال الہی اور جمال خداوندی کی ہیبت اور محبت سے ان کے دل لبریز ہوتے ہیں، اس لئے نام سنتے ہی فلسفہ و حکمت کے سارے ہتھیار ڈال دیتے ہیں، اور یہی کچھ یہاں ہوا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

(عبدالرحمن عاجز مالیر کوٹلوی)

ترے قبضے میں نظم دو جہاں ہے

| | |
|--------------------------------|-------------------------------|
| فضاد لکش ہے کیف اور سماں ہے | جہیں میری ہے تیرا آستان ہے |
| زمیں کے ذرے گردوں کے ستارے | ہر اک شے سے تری قدرت عیاں ہے |
| نہیں موقوف نجم و مہر و ماہ پر | ترے قبضے میں نظم دو جہاں ہے |
| یہ کس نے بریدِ دل آج چھیڑا | کہ ہر تارِ نفسِ نغمہ کناں ہے |
| گئے جس راہ سے اپنے اکابر | وہی رہ اپنی منزل کا نشان ہے |
| نہیں ممکن فرار اس ذاتِ حق سے | زمیں اس کی ہے اس کا آستان ہے |
| میں اپنی بے بسی پر رو رہا ہوں | رواں سوئے مدینہ کارواں ہے |
| غلط باتیں نہ کر منسوب ہم سے | ہمارے منہ میں بھی آخر زباں ہے |
| یہ ممکن ہے وہی دشمن ہو تیرا | زمانے میں جو تیرا زداں ہے |
| کوئی پگھلا بھی دل تیرے بیاں سے | سنا تھا تو بڑا شعلہ بیاں ہے |
| ترا عاجز ترے لطف و کرم سے | تری تعریف میں رطب اللساں ہے |

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دارالافتاء

عزیز زبیدی۔ واربرٹن

ایصالِ ثواب، عرس کرنا، عرس میں شرکت کرنا

استفتاء:

بدین، سندھ سے ایک صاحب لکھتے ہیں کہ:

۱. بکرا ذبح کر کے یا کھانا پکا کر کھانا اور مردوں کو اس کا ثواب بخشنا یا پیر جیلانی کی ارواح دینا جائز ہے یا نہیں؟
۲. بغیر تعیین دن و ماہ ایک شخص خیرات کرتا رہتا ہے۔ ربیع الاول میں ”میلاد“ کا نام لیے بغیر اگر ایک شخص اس ماہ میں بھی حسب معمول خیرات کر کے اس کا ثواب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح کو بخشا ہے تو کیا جائز ہے؟
۳. پیر جیلانی کا عرس کرنا جائز ہے یا نہیں یا عرس کا نام نہیں رکھتا لیکن خیرات کر کے اس کا ثواب ان کی روح کو بخشا ہے تو کیا جائز ہے یا نہیں؟
۴. مزاروں پر جو عرس ہوتے ہیں ان میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب واللہ اعلم بالصواب

۱. ایصالِ ثواب اور دو کام: اس سلسلے میں دو باتوں پر توسب کا اتفاق ہے کہ مردہ کو نفع دیتی ہے۔ مردے کا ایک وہ نیک کام جس کا اس کے مرنے کے بعد بھی سلسلہ جاری رہے۔ دوسری دعا اور استغفار۔

قال ابن القيم: انها تنتفع من سعی الاحياء بأمرين هجبع عليهما بين اهل السنة من الفقهاء واهل الحديث والتفسير: احدهما ما تسبب اليه الميت في حياته والثاني دعاء المسلمين له واستغفارهم (كتاب الروح) علماء کے نزدیک یہ دونوں مردوں کے لئے نافع تو ضرور ہیں لیکن یہ خدا کے حضور ان کے لئے بخشش اور مغفرت کی درخواستیں ہیں، ایصالِ ثواب اور اهداء نہیں ہیں۔ حضرت امام نواب سید محمد صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ولا يخفى ان الدعاء ليس من باب اهداء ثواب القربة بل سوال و التماس من الله ان يعطى المسئول له ما طلبه السائل شفاعته منه وتوسل الى الله بدعائه ان يهب للمسئول له ما طلبه وليس هنا ثواب عمل يهبه له ويهديه اليه وثواب هذا العاء والاستغفار والسؤال والشفاعة باق للسائل فهذا ليس من ادلة اهداء الثواب (ثمار التنكيث في شرح ابيات التثبيت اللنواب ص ۱۰۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تیسری چیز جو متفق علیہ ہے وہ نیک اولاد ہے جو والدین کو اپنی نیک دعاؤں میں یاد کرتے ہیں: حدیث میں ہے:

اذا مات ابن آدم انقطع عمله الا من ثلث، صدقة جاریة او علم ينتفع به او ولد صالح يدعوه (بخاری و مسلم عن ابی ہریرۃ)

ہمارے نزدیک یہ بھی ”ایصالِ ثواب“ کی قسم کی چیز نہیں ہے، بلکہ یہ بھی ایک ذریعہ سفارش ہے جیسا کہ الفاظِ حدیث سے ثابت ہوتا ہے یعنی دعا میں داخل ہے یا عمل جاری میں کیونکہ **الولد من سعبہ** ہے۔

دعا، استغفار اور جاری کردہ سلسلہ جاری کے علاوہ دوسرے جتنے نیک کام ہیں ان کے بارے میں متعدد اختلافات ہیں۔ مثلاً

ایک طبقہ تو سرے سے ایصالِ ثواب کا قائل ہی نہیں ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ:

یہ اس آیت کے خلاف ہے: **لیس للانسان الا ما سعى** انسان کے لئے وہی کچھ ہے جو اس کی سعی و کوشش کا نتیجہ ہے۔

۱. آیت لا تجزون الا ما کنتم تعملون اور آیت **لها ما کسبت وعلیها ما اکتسبت** سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ وہی ملے گا جو کرو گے۔

۲. دوسری دلیل یہ ہے کہ: ایصالِ ثواب کا تصور اس حدیث کی منشاء کے خلاف ہے جس میں ہے کہ صدقہ جاریہ، علم جاری اور ولد دعاگو کے سوا اور کوئی سلسلہ عمل باقی نہیں رہتا (بخاری و مسلم)

۳. کہتے ہیں کہ: یہ حوالہ (قرضہ کسی دوسرے کے حوالے کرنا کہ وہ دے گا) ہے، اور خدا اس سے پاک ہے کہ وہ کسی کا مقروض بنے، وہ تو جو بھی دیتا ہے، اپنے فضل سے دیتا ہے۔

والا هدا حوالۃ والحوالۃ انما تكون بحق لازم والاعمال لا توجب الثواب وانما به مجرد تفضل الله واحسانه
(کتاب الروح ص ۱۹۶)

۴. اسبابِ ثواب کا ایثار مکروہ ہے یعنی اسبابِ قرب مثلاً صف اول کا ایثار کرنا کہ اس کی جگہ فلاں کھڑا ہو مثلاً باپ۔

فالایثار باسباب الثواب مکروہ وهو الایثار ابلقرب فکیف الایثار بنفس الثواب الذی هو غایۃ الخ
(کتاب الروح ص ۱۹۶-۱۹۷)

۵. اگر یہ مردہ کے لئے جائز ہے تو زندوں کے لئے بھی یہ ہدیہ جائز ہونا چاہئے، اسی طرح کچھ ثواب اس کو اور کچھ فلاں کو مثلاً

لوساغ الاهداء الی البیت لساغ نقل الثواب والاهداء الی الحی (ایضاً ص ۱۹۷) لوساغ ذلک ساغ لهدا النصف الثواب وربعه وقیراط منه (ایضاً)

۶. تکلیفِ عمل امتحان ہے اور اس سے مطلوب یہ ہے کہ وہ پرچہ خود کرے، دوسرے کا کیا ہو اور دوسرے کے کھاتے میں نہیں جاتا۔

ان التکالیف امتحان وابتلاء لا تقبل البدل فان المقصود منها عین المکلف العامل بالمأمور المنہی
محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فلا یبدل المکلف المستحسن بغيره ولا ینوب غیره عنه فی ذلك (ایضاً)

۷۔ یہی حال بیمار، ننگے، بھوکے اور پیاسے کا ہے کہ اپنے ہی کھائے پئے اور پہنے کچھ بنتا ہے۔ دوسرے کے کچھ کام نہیں آتا۔

فان المریض لا ینوب عنه غیره فی شرب الدواء والجائع والظمان والعاری لا ینوب عنه غیره فی الاکل والشرب واللباس (۱۹۷-۱۹۸)

۸۔ اگر یہ بات مفید اور جائز ہوتی تو زندہ کی توبہ بھی مردے کی توبہ ہو سکتی۔

لو نفعه عمل غیره لنفعه توبته عنه (ایضاً ۱۹۸)

۹۔ اسی طرح اسلام قبول کرنا، بھی مردے کے لئے قبول ہوتا (ص ۱۹۸)

امام ابن القیم نے ان سب کا جواب دیا ہے ملاحظہ ہو کتاب الروح۔

اور جو لوگ ایصالِ ثواب کے قائل ہیں: ان میں اس کی نوعیت میں اختلاف ہے مثلاً۔

عبادت بدنی کا ثواب دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ حنفی کہتے ہیں۔ ان میں نیابت تو جائز نہیں ثواب دیا جاسکتا ہے۔

العبادات انواع مالیه محضه كالزکوۃ وبدنیة محضه كالصلوۃ ومركبة منها كالحج والنیابة تجری فی النوع الاول فی حالتی الاختیار والضرورة لحصول المقصود بفعل النائب ولا تجری فی النوع الثانی بحال ان المقصود وهو اتاب النفس لا یحصل به وتجری فی النوع الثالث عند العجز (ہدایہ کتاب الحج ص ۲۹۶، ۱)

واختلفوا فی العبادة البدنیة كالصوم والصلوۃ وقرأة القرآن الذکر فمذهب الامام احمد وجهور السلف وصولها وهو قول لبعض اصحاب ابی حنیفة (کتاب الروح ص ۱۸۸)

پھر اس میں اختلاف ہے کہ نقلی عبادات یا فرضی کا ثواب بھی؟ اگر فرضی کا ہے تو کیا فرض اس کا ساقط بھی ہو سکتا ہے یا نہیں۔ پھر یہ صرف مردوں کے لئے ہے یا زندہ کے لئے بھی؟

ثم قیل یجوز الاثابة فی الفریضة ایضاً ای یصل الثواب ولا تسقط الفریضة عن ذمة من اصابه الثواب وقیل ان الاثابة منحصره فی النافلة ثم قیل ان الاثابة ان تكون للمیت فقط وقیل للمیت والحي کلیهما (العرف الشذی ص ۲۷۹)

یہی حال روزے کا ہے۔

فیقال فی حدیث الباب انه صوم الاثابة لا الینابة ص ۲۷۹ / ایضاً

لیکن امام احمد اور امام اسحاق فرماتے ہیں، نذری روزہ ہو ٹھیک ہے ورنہ روزہ کی بجائے فدیہ کے طور پر کھانا کھلایا جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قالا اذا كان على البيت نذر صيام يصام عنه واذا كان عليه قضاء رمضان اطعم عنه (ترمذی مع تحفة الاحوذی ص ۲/۳)

امام مالک، امام سفیان ثوری اور امام شافعی فرماتے ہیں روزہ میں نیابت جائز ہی نہیں ہے۔

وقال مالك وسفيان والشافعي لا يصوم احد عن احد (ايضا)

امام شافعی کا دعویٰ ہے کہ:

ايصال ثواب صرف دعا اور صدقہ کا ہے اور نہیں۔

كان يقول الشافعي لا يصح الاثابة الا اثابة الدعاء والصدقة ولا يمكن ايصال ثواب تلاوة القرآن (العرف الذي ص ۲۸۰)

ایک اور اختلاف یہ ہے کہ حج اور صدقہ کا ثواب ان کے خرچ کا ثواب ہے یا ان کے عمل کرنے کا؟

والصدقة والحج على نزاع ما الذي يصل من ثوابه هل هو ثواب الانفاق او ثواب العمل: فعند الجبهور

يصل ثواب العمل نفسه وعند بعض الحنفية انما يصل ثواب الانفاق (كتاب الروح ص ۱۸۸)

ایک یہ اختلاف ہے کہ:

اس کے لئے لفظوں میں نیت کرنا ضروری ہے یا صرف دل کی نیت کافی ہے۔

فهل تشترون في وصول الثواب ان يهديه بلفظه امر يكفي في وصوله مجرد نية العامل ان يهديها الى

الغير (كتاب الروح لابن القيم ص ۲۲۵)

الغرض ایصالِ ثواب کے سلسلے میں بہت زیادہ اختلاف ہے، امام ابن القیم تمام نیک اعمال کے ایصالِ ثواب کے قائل ہیں (كتاب الروح)

علامہ مبارک پوری کا کہنا ہے کہ جو مرفوع حدیثیں اس بات میں نقل کی جاتی ہیں۔ وہ سب ضعیف ہیں (كتاب الجنائز ص ۱۰۳)

علامہ ابن تیمیہ نے اس کے لئے ”میت کے انتفاع“ کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ ایصالِ ثواب کی نہیں، وہ فرماتے ہیں کہ دوسرے کے عمل

سے مردے کو فائدہ پہنچتا ہے: قال شيخ الاسلام ابن تيمية:

من اعتقد ان الانسان لا ينتفع الا بعمله فقد خرق الاجماع وذلك باطل من وجوه كثيرة

احداها ان الانسان ينتفع بدعاء غيره وهو ان تنفع بعمل الغير ثانياها ان النبي ﷺ يشفع لاهل الموقف

في الحساب ثم لاهل الجنة في دخولها ثالثا لاهل الكبائر في الخروج من النار..... رابعها ان الملائكة

يدعون ويستغفرون لمن في الارض وذاك منفعة بعمل الغير خامسها ان الله تعالى يخرج من النار من

لم يعمل خيرا قط بمحض رحمته وهذا انتفاع بغير عملهم سادسها ان اولاد المؤمنين يدخلون الجنة

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بعل اباہم وسابعہا قال تعالیٰ فی قصۃ الغلامین الیتیمین وكان ابوہما فانتفعہا بصلاح
ایہما وليس من سعيہا ثامنہا ان المیت ينتفع بالصدقۃ عنہ تأسعہا ان الحج المفروض يسقط عن
المیت بحج ولیہ بنص السنۃ عاشرہا ان الحج المندور او الصوم المندور يسقط عن المیت بعل
غیرہ حادی عشرہا البدين قد امتنع ﷺ من الصلوۃ علیہ حتی قضی دینہ ابو قتادۃ وقضی دین
الاخر علی ابن ابی طالب وانتفع بصلوۃ النبی ﷺ ثانی عشرہا ان النبی ﷺ قال لمن صلی وحدہ الا
رجل يتصدق علی هذا فیصلی معہ فقد حصل لہ فضل الجباعۃ بفعل الغیر ثالث عشرہا ان الانسان تبرأ
ذمتہ من دیون الخلق اذا قضاہا قاضٍ عنہ رابع عشرہا ان من علیہ بتعات ومظالم اذا حلل منہا
سقطت عنہ خامس عشرہا ان الجار الصالح ینفع فی البعیا والبعیات كما جاء فی الاثر سادس
عشرہا ان جلیس اهل الذکر یرحم بہم وهو لم یکن منہم ولم یجلس لذلك بل لحاجۃ عرضت لہ
سابع عشرہا الصلوۃ علی المیت والدعاء لہ فی الصلوۃ انتفاع للمیت بصلوۃ الحی علیہ ثامن
عشرہا ان الجبعۃ تحصل باجتماع العدد وكذلك الجباعۃ لكثرة العدد وهو للبعض بالبعض تاسع عشرہا
ان اللہ تعالیٰ قال بنیہ ﷺ وما كان اللہ ليعذبہم وانت فیہم عشرہا ان صدقۃ الفطر تجب علی
الصغیر وغیرہ ممن یمونہ الرجل فانه ینتفع بذلك من یمونہ ولا سعى لہ فیہا حادی وعشرہا ان
الذکوۃ تجب فی مال الصبی والمجنون ویثاب علی ذلك ولا سعى لہ الخ (جمل علی الجلالین ص ۲۳۶/۴)

ہمارے نزدیک حضرت امام ابن تیمیہؒ کی یہ اصطلاح یعنی ”انتفاع میت“ ایصالِ ثواب کی بہ نسبت احوط ہے۔ کیونکہ متداول اصطلاح ”ایصالِ
ثواب“ ایک تو بدنام ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ ایک رسومات بدعیہ کا نام بن گئی ہے۔

اس کے علاوہ جن احادیث سے ”ایصالِ ثواب“ اخذ کیا گیا ہے، معروف معنوں میں ”ایصالِ ثواب“ ان سے اخذ نہیں ہوتا، بلکہ انتفاع اخذ ہوتا
ہے۔ زیادہ سے زیادہ اسے ”وصولِ فائدہ“ یا وصولِ نفع کہہ سکتے ہیں۔ دیکھیے! دعا استغفار، اور صدقہ جاریہ وغیرہ کی صورتیں ہیں کہ ان سے ”ایصالِ
ثواب“ نہیں، صرف سفارش ثابت ہوتی ہے کیونکہ ان سے میت کو نفع تو ہوتا ہے مگر یہ ایصالِ ثواب والی بات نہیں ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ:

بعض احادیث سے نیابت ثابت ہوتی ہے کہ میت کی طرف سے ادا کیا جائے۔ یعنی اس کا نائب اور قائم مقام ہو کر تو ادا ہو جاتا ہے، جیسے قرضہ:
مثلاً روزے یا حج کی حدیثیں ہیں کہ حکم ہوا کہ میت کی طرف سے آپ ادا کریں۔

صُوْحِي عَنْ أُمِّكَ (بخاری)

حُجِّي عَنْهَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فَهَلْ يَنْفَعُهَا إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا (بخاری)

فَلَوْ أَقْرَبَ بِالتَّوْحِيدِ فَصُبَّتْ وَتَصَدَّقْتُ عَنْهُ نَفَعَهُ ذَلِكَ (احمد)

ان باتوں کو معروف ایصالِ ثواب پر محمول کرنا محاورات عرب کا خون کرنا ہے۔

مندرجہ بالا تمام صورتوں میں ”نیابت“ تو ہے ”اثابت“ (ایصالِ ثواب) نہیں ہے، لیکن افسوس بعض فقہاء اور علماء ان سے برعکس اخذ کرتے

ہیں، یعنی اثابت تو مانتے ہیں نیابت نہیں مانتے۔ کما مر

ہاں ایصالِ ثواب کی قسم کی کچھ باتیں بعض رہنماؤں سے ضرور منقول ہیں لیکن قرآن و حدیث میں ان کا کوئی ثبوت اور سراغ نہیں ملتا۔

دَعُ عَنْكَ أَرَاءَ الرِّجَالِ وَقَوْلَهُمْ

قَوْلُ رَسُولِ اللَّهِ أَزْكَى وَأَظْهَرُ

ایصالِ ثواب کے نظریہ اور خصوصی تعامل نے کچھ اس قسم کا گھپلا کر دیا ہے کہ اب اس اصطلاح سے وحشت ہونے لگی ہے۔ ویسے بھی یہ ایک

حقیقت ہے کہ: کسی کارِ خیر سے کسی میت و نفع پہنچنا اور بات ہے اور ”ایصالِ ثواب“ کی خصوصی پلیٹوں کا تصور بالکل دوسری چیز ہے۔

جن ائمہ نے معتزلیوں کی تردید کی ہے، وہ دراصل معتزلیوں کے اس نظریہ کی بناء پر ہے کہ زندوں کی طرف سے مردوں کو کوئی بھی فائدہ نہیں

ہوتا۔ اور بس۔ ظاہر ہے اس باطل نظریہ کی تردید ضروری تھی۔

مثلاً دیکھیے! آپ میت کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں یا استغفار کرتے ہیں، اس کو ”ایصالِ ثواب“ پر محمول کرنے کی کیا تک ہے؟

یابہ کہ کسی نے علم کو عام کیا، صدقہ جاریہ چھوڑا، قرآن حکیم لے کے لوگوں میں عام کیا، مسجد بنائی، سرائے تعمیر کی، نہریا کنواں لگوایا، اب ظاہر

ہے کہ وفات کے بعد ان کا ثواب خود بخود ان کو ملتا رہتا ہے۔ اس کو اس ایصالِ ثواب سے کیا تعلق جو رائج اور متداول ہے۔

مثلاً صدقہ و خیرات کی بات ہے: صحابی پوچھتا ہے کہ میری والدہ اچانک فوت ہو گئی ہے، اگر وہ بول سکتی تو ضرور خیرات کرتی، کیا میں اس کی

طرف سے ایسا کروں؟ تو کیا اس کو فائدہ پہنچے یا نہ؟ فرمایا ہاں؟

ان احمی توفیت وانا غائب عنها فهل ينفعها ان تصدقت عنها قال نعم (بخاری) وفي رواه ان احمی افلتلت

نفسها ولم تفوص واطنهما لو تكلمت تصدقت (بخاری)

مثلاً حضرت ابن عمر پوچھتے ہیں کہ مجھ پر صلی اللہ علیہ وسلم! عمرو بن عاص نے سوا دنوں کی قربانی کی نذرمانی تھی اور ہشام نے ۵۵ کی (تو کیا) ان کی طرف سے

دیا جاسکتا ہے؟ فرمایا: اگر اسلام پر ہوتا تو پھر یہ ان کو نفع دیتا۔ **فلو اقرب بالتوحيد الخ (احمد)**

بعض صحابہ نے پوچھا کہ حضور میری ماں کے ذمے روزے تھے تو کیا میں اس کی طرف سے قضا دوں؟ فرمایا: اگر ان کو قرضہ دینا ہو تا تو ادا کرتے؟

میں نے کہا ہاں! فرمایا: تو اللہ کا قرضہ تو زیادہ حق دار ہے کہ ادا کیا جائے۔

انا قضيتها عنها قال فدين الله احق ان يقضى (صحيحين)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بالکل اسی قسم کی بات حج کے بارے میں ہوئی تو آپ نے بھی وہی جواب دیا (ملاحظہ ہو بخاری عن ابن عباس) غور فرمائیے! ان میں سے کون سی ایسی روایت ہے جس سے رائج الوقت ایصالِ ثواب نکل سکتا ہے؟ یہاں تو نیابت کی بات ہو رہی ہے کہ ان کی جگہ ہم کر دیں، اثبات کی نہیں کہ اس کو ثواب بھیج دیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ میت کو دوسرے کے عمل سے نفع پہنچنے کی صحت کا اسلاف نے جو اعتراف کیا ہے بعد کے بزرگوں نے اس کو ”ایصالِ ثواب“ پر محمول کیا ہے، بہر حال اخذِ نتیجہ میں مسامحت کی یہ بات ہے، واقعہ نہیں ہے۔

روزہ، حج اور زکوٰۃ اگر میت کی طرف سے ادا کیا جائے تو وہ ان کی طرف سے ”ادا“ تصور کیا جائے گا کیونکہ یہ نیابت کی صورتیں ہیں اثبات (ایصالِ ثواب) کی نہیں ہیں، حج میت کی طرف سے ادا کیا گیا ہے کہ اب ان کے ذمے سے ساقط ہو گیا، اسی طرح روزہ اور زکوٰۃ اور صدقات کی بات ہے، یہ نہیں کہ اس کا ثواب ان کو ارسال کیا جاتا ہے۔ جیسے مرنے والے کے قرض کی بات ہے کہ میت کی طرف سے اگر کوئی قرضہ چکا دیتا ہے تو وہ قرضہ میت کی طرف سے تو ساقط ہو جاتا ہے لیکن اس کو کوئی شخص ”ایصالِ ثواب“ سے تعبیر نہیں کرتا۔

بہر حال ہم اسے ”ایصالِ ثواب“ نہیں تصور کرتے۔ یہ خانہ ساز بلٹیاں کہاں سے درآمد کی گئی ہیں، ہمیں کچھ پتہ نہیں۔ تلاوت قرآن کے بارے میں جو روایتیں منقول ہیں، ان کے بارے میں ائمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ ایک بھی صحیح یا حسن نہیں ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ اور استاذ امام علی متقی (ف ۱۰۵۲ھ) ”رد بدعات التعزیه“ میں لکھتے ہیں کہ مسجد، قبرستان یا گھر میں میت کے لئے قرآن خوانی بدعت مذمومہ ہے۔

الاجتماع للقرأة للمیت بالتخصیص فی المقبرة او المسجد او البیت بدعة مزومۃ (رد بدعات التعزیه)

خود عبدالحق محدث دہلوی (ف ۱۰۵۲ھ) یہی لکھتے ہیں کہ اسلاف میں اس قرآن خوانی کا کوئی دستور نہ تھا۔ عادت نبود کہ برائے میت جمع شوند و قرآن خوانند و ختمات خوانند نہ بر سر گور نہ غیر آں و ایں مجموع بدعت است (مدارج النبوت) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (ف ۱۰۷۱ھ) بھی یہی فرماتے ہیں:

در عرب اول وجود نہ بود (وصیت نامہ)

امام ابن القیمؒ لکھتے ہیں کہ حضور کا اس طرح کا کوئی دستور نہ تھا۔

ولم یکن من ہدیہ ان یجتمع للعزاء والقراءة القرآن لا عند القبر ولا عند غیرہ (زاد المعاد)

خاص کر حافظوں کو پیسے دے کر قرآن خوانی کی سخت مذمت کی گئی ہے، امام اوزاعی دمشقی حنفی (ف ۲۶۱ھ) لکھتے ہیں کہ: یہ کام کسی امام نے نہیں کیا اور اس کے ناجائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

واما استیجار قوم یقرؤن القرآن ویهدوہ للمیت فہذا لم لفعلہ احد من السلف ولا امر بہ احد من ائمة

الدین ولا رخص فیہ والاستیجار عن نفس التلاوة غیر جائز بلا خلاف (شرح عقیدہ طحاویہ ص ۳۸۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حنفیوں کے مشہور فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ قرآن خوانی کے لئے فقراء اور صلحاء کو جمع کرنا اور ختم کرنا مکروہ ہے۔

ویکرہ..... اتخاذا الدعوة بقراءة القرآن وجمع الصلحاء وانفقوا للغنم او القراءة سورة الانعام والاخلاص

(فتاویٰ بزازیہ)

اس کے علاوہ ان ختمی دوستوں کے تعامل سے محسوس ہونے لگا ہے کہ قرآن زندوں کے لئے لائحہ عمل نہیں ہے ہمارے جیسے گنہگار مردوں کے لئے ایک تعویذ یا چورن ہے۔ حالانکہ بات یہ ہے قرآن مرنے کے بعد کے لئے ایک انکشاف بھی ہے اور پروانہ راہداری بھی، لیکن اس کے لئے بنیاد زندگی میں زندوں کو مہیا کرتا ہے۔ جو لوگ اسے اسقاط یا مردے کے ہمراہ قبر میں رکھنے یا ان کی قبروں پر تلاوت کرنے یا جمعرات، ساتے اور چالیسویں یا سالانہ عرسوں کا مصرف بنا چکے ہیں، یقین کیجئے انہوں نے قرآن کی کوئی خدمت نہیں کی، جو لوگ زندگی میں قرآن کو ناراض رکھتے رہے ہیں، مرنے کے بعد قرآن ان کے خلاف مقدمہ دائر کرے گا بخشش کے سامان نہیں کرے گا۔ **يَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا**

(قرآن)

بزرگوں کی ارواح:

باقی رہا بزرگوں کی ارواح دینے کا سلسلہ؟ سو ہمارے نزدیک یہ فتنہ سے خالی نہیں ہے، اس کی کچھ وجوہیں:

۱. جو لوگ ان کی ارواح دیتے ہیں، ان کے پس پردہ ”بزرگوں کی خدماتِ دینیہ“ کا احساس کارفرما کم ہوتا ہے، نذرانہ عقیدت پیش کرنے کی نفسیات زیادہ ہوتی ہیں۔

۲. یہ لوگ عموماً ان کو غلطیوں سے پاک مانتے ہیں، اس لئے ان کی بخشش یا ترقی درجات ان کے پیش نظر نہیں ہوتی، بلکہ شخصیت پرستانہ ذہنیت غیر شعوری طور پر کام کر رہی ہوتی ہے۔

۳. دراصل اس قوم کے تعاون کے حق دار اپنے وہ اقربا ہوتے ہیں جو فوت ہو چکے ہوتے ہیں مگر ان کے سلسلے میں یہ لوگ اتنے چاک و چوبند نہیں ہوتے جتنے ”پیرانِ عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کے سلسلے میں ہوتے ہیں۔ غور فرمائیں کہ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے۔

۴. قرآن و سنت ہمارے سامنے ہیں اور تاریخی شہادتیں الگ موجود ہیں، کہ اسلاف کے حق میں دعا و استغفار کی مثالیں تو ملتی ہیں لیکن ان کی ارواح دینے کے لئے کھانے والے تقسیم کرنے یا بلا کر کھانے کا کوئی دستور نہیں تھا۔ اس لئے ہم بزرگوں کے سلسلے میں ”ایصالِ ثواب“ کی باتیں فریب نفس تصور کرتے ہیں۔

حضور ﷺ کی روح کو ثواب:

(ب) حضور نے اپنی امت کی طرف سے تو قربانی دی ہے لیکن صحابہ اور ائمہ دین نے کبھی بھی حضور کی ارواح دینے کا حوصلہ نہیں کیا۔ ہاں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے قربانی دیا کرتے تھے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو اس کی وصیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فرمائی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اگر تعلق خاطر ہے تو آپ کی سنت کے اتباع اور درود پڑھنے پر اپنا سارا زور صرف کر ڈالیے، اس سے بڑھ کر کوئی عبادت اور ہدیہ تعقیدت نہیں ہے۔

اگر حسبِ عادت ماہ اور دن کی تعیین کے بغیر کوئی شخص ربیع الاول میں بھی ویسے صدقہ خیرات کرتا ہے جس طرح دوسرے مہینوں کرتا رہا ہے، تو پھر اس ماہ میں بھی صدقہ خیرات کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص محض اس مہینہ کے لئے باقی مہینوں میں بھی خیرات کا سلسلہ شروع کرتا ہے تو خدا بہر حال اس حیلے سے باخبر ہے اس کو فریب دینے کی جسارت سے پرہیز کیا جائے۔

پیر جیلانی کا عرس:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اپنا عرس کرنے سے جب منع فرمایا ہے تو اور دوسرا کون ایسا مائی کا لعل ہے کہ اس کے لئے اسے جائز کیا جائے۔ ارشاد ہے۔

لا تجعلوا قبری عبدا! (ابو داؤد و نسائی)

میری قبر کو عید نہ بناؤ۔

عید بنانے کے معنی، عرس کرنا، میلانگانا اور خصوصی ایام مقرر کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار پر حاضری دینا یا آپ کے مزار مبارک کی نیت سے دور دراز سے سفر کا اہتمام کرنا ہیں۔

شاہ ولی اللہ (ف ۱۷۱۷ء) لکھتے ہیں۔

هذا الإشارة الى سد مدخل التحريف كما فعلى اليهود والنصارى بقبور انبياءهم وجعلوها عيد ادموسما بمنزلة الحج (حجة الله)

صاحب المنہج المستقیم نے عرس کرنا بدعت لکھا ہے۔

ومنهم من دارت عليهم المشيخة اتخذوا عند قبور مشائخهم سوقا في كل عام وميونة يوم العرس (المنهج)

المستقیم فی تمییز الصحیح والسقیم)

یعنی جو بزرگ بن کر بیٹھے عرس وغیرہ کرتے ہیں اہل بدعت میں سے ہیں۔

میرزا مظہر جانجاناں (ف ۱۹۵۵ء) کا ارشاد ہے کہ: عرس وغیرہ کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔

و عرس و چراغان منزلتے ندارد (معلومات مظہریہ از بہر انجی)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے اس لئے منع فرمایا تھا کہ انبیاء اور صلحاء کی پرستش کا جب سلسلہ شروع ہوا تھا تو وہ محض انہیں نیک جذبات

اور تعامل کے ذریعے ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے صرف ہمیں نہیں منع فرمایا بلکہ خدا سے بھی استدعا کی تھی کہ الہی میرے مزار کو بت بننے سے بچائیو!

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اللهم لا تجعل قبري وثناً يعبد (موطا مالک)

بت بننے کے لئے یہی معنی ہیں کہ شخصیت پرستی کے جذبات سے بھرپور ہو کر آپ کے مزار مبارک سے معاملہ کیا جائے، جہاں تک حضور سے عقیدت کی بات ہے وہ سر تا پا دین ہے مگر اس کی نشانی یہ ہے کہ انسان آپ کے رنگ میں رنگا جائے، ورنہ اسے شخصیت پرستی کے سوا اور کیا نام دیا جاسکتا ہے۔

حضور مولانا ثناء اللہ پانی پتی (ف ۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں کہ عرس وغیرہ بدعت ہیں۔
قبور اولیاء بلند کردن و گنبد ساختن و عرس و امثال آن و چراغاں کردن ہمہ بعت است (ارشاد الطالین)
مولانا شاہ محمد اسحاق (ف ۱۲۶۲ھ) لکھتے ہیں کہ: عرس جائز نہیں۔
مقرر کردن روز عرس جائز نیست (اربعین مسائل)

شرکت عرس:

امام ابن تیمیہ (ف ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں کہ: مسلمان ریاستوں میں یہود و نصاریٰ اور مجوس عید (عرس) میلے وغیرہ منایا کرتے تھے جن کو شعائین اور باعوث کہا کرتے تھے۔ لیکن ان میں مسلمانوں نے کبھی بھی شرکت نہیں کی تھی۔

ثم لم یکن علی عهد السلف من المسلمین من یشترکہم فی شیء من ذلک - (اقتضاء صراط مستقیم ص ۹۴)
حضرت عمران میں شرکت کرنے سے منع کیا کرتے تھے۔

قال عمر یاکم ورطاعة الاعاجم وان تدخوا علی المشرکین یوم عیدہم (ایضاً) بعض روایات میں ہے کہ: دشمنانِ خدا کے میلوں میں شرکت سے پرہیز کیجئے۔

اجتنبوا اعداء اللہ فی عیدہم (بیہقی ایضاً ص ۹۵)

فرماتے ہیں کہ جب مشرکوں کے میلوں ٹھیلوں میں شرکت کرنا منع ہے تو خود ویسی عیدیں منانا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔

فکرہ موافقتہم فی اسم یوم العید الذی ینفردون بہ فکیف بموافقتہم فی العمل (ایضاً ص ۹۵)

الغرض:

مردوں کو دنیا سے نفع پہنچ سکتا ہے لیکن ایصالِ ثواب کی متداول شکل کے لئے قرآن و حدیث میں کوئی ثبوت نہیں مل سکا۔ اسی طرح اسلاف کے حق میں دعائیں تو کی گئی ہیں لیکن ان کے نام کے ایصالِ ثواب کی وہ شکل ہیں جو بکرے یا کھانے کی شکل میں ملتی ہیں، ان کا بھی کوئی سراغ نہیں مل سکا، ہاں اہل جاہلیت (اسلام سے پہلے کے دور میں) کے ہاں ان کا رواج ضرور رہا ہے۔ لیکن ہمیں ان سے کیا واسطہ؟
اسی طرح عرس ممنوع ہے، کیونکہ حضور نے خود اپنا عرس منانے سے روک دیا تھا، اس لئے صحابہ اور ائمہ دین نے کبھی بھی ان کا ”عرس“ نہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

منایا۔ اگر امام الانبیاء کا یہ حال ہے تو دوسرے کے لئے اس کی گنجائش کہاں؟ جو نکالتے ہیں، عشق رسول کے ان مدعیوں کی غیرت بھی معلوم ہو گئی۔
اس قسم کے عرسوں میں شرکت شرعاً جائز نہیں، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے روکا کرتے تھے۔



قاری محمد عادل خاں

دمشق کے چند علمی مراکز

دمشق کی مختصر تاریخ:

دمشق ملک شام کا سب سے قدیم شہر ہے۔ جنگ یرموک کے فوراً ہی بعد ۶۳۶ء میں اس پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ پہلے اس پر بازنطینی حکومت تھی۔ ۶۳۶ء سے لے کر آج تک اس کو ہمیشہ اسلامی ثقافت کے مرکز کی حیثیت حاصل رہی۔ ۱۴۰۰ء کے قریب حضرت امیر معاویہؓ نے دمشق کو اپنا دار الخلافہ بنایا اور ان کے چوتھے جانشین ولید کے زمانے میں کنیسہ یوحنا کے کھنڈروں پر جامع دمشق تعمیر ہوئی اس مسجد کی وجہ سے دمشق کی قدرت و منزلت مسلمانوں کے دلوں میں بہت بڑھ گئی۔

دمشق، مملکت شام کا صدر مقام و خلفائے بنو امیہ کا پایہ تخت رہا ہے۔ عہد صحابہ میں سرزمین شام میں ایک بار دس ہزار صحابی موجود تھے رضی اللہ عنہم۔

حافظ ابن عساکرم (۱۷۵ھ) تاریخ دمشق میں ولید بن مسلم سے جو امام اوزاعی کے نامور شاگرد ہیں بسند ناقل ہیں کہ:

دخل الشام عشرة الاف عين رأيت رسول الله ﷺ

ملک شام میں ایسے دس ہزار حضرات داخل ہوئے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کیا تھا۔

اہل شام کی تعلیم و تربیت کا اہتمام:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں باشندگان شام کی تعلیم و تربیت کا خاص طور سے اہتمام کیا اور اس کے لئے حضرت معاذ بن جبلؓ اور عبادہ بن الصامتؓ کو جو اکابر صحابہ میں سے تھے وہاں بھیجا، چنانچہ علامہ ابن تیمیہ اپنی مشہور و معروف کتاب ”منہاج السنۃ النبویہ فی نقض قول الشیعۃ والقدریہ“ میں لکھتے ہیں۔

فان عمر رضی اللہ عنہ کان قد ارسل الى مصر من يعلمهم القرآن والسنة وارسل الى اهل الشام معاذ بن جبل وعبادة بن الصامت وغيرهما وارسل الى الحراق ابن مسعود وحذيفة وغيرهما۔^۱

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصر، شام اور عراق کی طرف صحابہ کو بھیجا تاکہ وہاں کے لوگوں کو قرآن و سنت کی تعلیم دیں۔ شام میں معاذ بن جبل اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما اور عراق کی طرف ابن مسعود اور حذیفہ وغیرہ کو۔

فتن و ملاحم سے متعلق احادیث بیان کرنے کے سلسلے میں اہل شام کو مستند سمجھا جاتا تھا۔ حافظ ابن عساکر تحریر فرماتے ہیں۔

^۱ تاریخ دمشق ص ۳۱۴، ج ۱۔ طبع دمشق ۱۳۷۱ھ

^۲ تاریخ دمشق جلد ۴، ص ۱۳۲ طبع میریہ مصر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ان اردت الصلاة فعليك بأهل المدينة وان اردت المناسك فعليك بأهل مكة وان اردت الملاحم فعليك

بأهل الشام والرأى عن اهل الكوفة - ۲

اگر نماز سیکھنا ہو تو اہل مدینہ کے پاس جاؤ اگر مناسک حج جاننا چاہتے ہو تو اہل مکہ کا رخ کرو اور اگر ملاحم کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا شوق ہے تو اہل شام سے سیکھو اور فقہ اہل کوفہ سے۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: دمشق میں جو شام کی وسیع مملکت اور متعدد بلاد و قصابات میں پھیلے ہوئے ملک کا ایک بڑا شہر ہے متعدد صحابہ کرامؓ آکر فروکش ہوئے۔ حضرت امیر معاویہؓ اور ان کے بعد عبدالملک اور ان کی اولاد کے زمانے میں یہاں علم کی کثرت رہی، تابعین و تبع تابعین کے عہد میں فقہاء محدثین اور قراء برار پیدا ہوتے رہے۔

پھر ابو مسہر، ہشام، دحیم، سلیمان ابن بنت شریل کے دور میں اور ان کے بعد اور ان کے شاگردوں کے زمانے میں یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔ بالخصوص دمشق میں تو علم کا خوب چرچا تھا۔ یہ بات ذہبی کی اس عبارت سے معلوم ہو سکتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

وهی دار قرآن وحديث وفقه وتناقص بها العلم في المائة الرابعة - ۳

یہ قرآن، حدیث اور فقہ کا گھر تھا اور چوتھی اور پانچویں صدی میں یہاں علم کم ہو گیا تھا۔ حافظ ذہبیؒ کا یہ کہنا تو درست ہے کہ دمشق علم قرآن اور حدیث وفقہ کا گھر تھا لیکن یہ کہنا کہ چوتھی اور پانچویں صدی میں یہاں علم کم ہو گیا تھا درست نہیں کیونکہ جوں جوں آبادی میں اضافہ ہوتا ہے اس کے ساتھ ساتھ علوم اور صنعت و حرفت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ ثبوت اس کا یہ ہے کہ ابن خلدون جیسے ماہر، تاریخ کا کہنا ہے کہ جوں جوں آبادی بڑھتی ہے علم میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ دمشق کی اس مختصر تاریخ کے بعد اب ان درسگاہوں کا ذکر شروع کیا جاتا ہے جو اس مضمون کا اصل مقصود ہے ان درسگاہوں کے اساتذہ، علماء، ائمہ اور مجتہدین کرام سے اندازہ لگائیے کہ یہاں علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں کتنی کوشش ہوئی۔

۱. نوریہ:

دمشق کا سب سے قدیم بلند پایہ دار الحدیث نوریہ ہے۔ اسے ملک نور الدین محمود زنگی (م ۵۶۹ھ) نے تعمیر کیا۔ اس دار الحدیث کے متعلق ابن کثیر رقم طراز ہیں۔

اسی مدرسہ کے صحن میں ملک نور الدین محمود زنگی کا مزار بھی ہے۔

اگرچہ یہ دار الحدیث سادہ تھا لیکن اس میں اس قدر جید اور ذہین محدثین کرام کا جھگڑا ہوتا تھا کہ اور کہیں کم ہی ہو گا۔

۳ تاریخ دمشق

۴ تاریخ دمشق ج ۱ ص ۳۴۸

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس دار الحدیث کے اول مہتمم حافظ ابن عساكر تھے۔ حافظ ابن عساكر مشہور محدث ہیں۔ ان کی مشہور اور مفید ترین تالیف ”تاریخ دمشق“ ہے۔ یہ کتاب آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے اور دمشق کے متعلق صحیح اور مکمل ماخذ ہے۔ حافظ ابو القاسم ابن عساكر کا اپنا بیان ہے کہ میں نے ایک ہزار تین سو ۱۳۰۰ مرد اور اسی ۸۰ سے کچھ اوپر محدثات خواتین سے سماع حدیث کیا ہے۔ اس دار الحدیث کے دوسرے مہتمم ابو القاسم کے بیٹے بہاء الدین القاسم تھے۔ ان کے بعد زین الامناء بن عساكر مہتمم رہے۔

اس دار الحدیث کے شیوخ الحدیث درج ذیل ہے۔

بہاء الدین النابلی، تاج الدین انفراری، جمال الدین بن الصایونی، مجلد الدین بن المہتار، فخر الدین حنبلی، علاؤ الدین بن عطار، شرف الدین النابلسی، علم الدین اشبیلی، حافظ مڑی، حافظ تقی الدین بن رافع، عماد الدین حسینی، عز الدین اربلی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔
ان محدثین کرام کی فہرست اسماء سے پتہ چل سکتا ہے کہ یہ دار الحدیث کس قدر اہمیت کا حامل تھا۔ کیونکہ ہر دار الحدیث اپنے اساتذہ گرامی قدر کی وجہ سے شہرت پاتا اور مرجع خلائق بنتا ہے۔

۲. اشرفیہ:

اس دار الحدیث کو ملک اشرف موسیٰ بن عادل برادر زادہ سلطان صلاح الدین ایوبی فاتح بیت المقدس نے خرید کر دار الحدیث بنایا اور انہیں کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کی تاریخ تعمیر ۶۳۰ھ ہے۔
بعض محدثین کرام یہ ہیں۔

علامہ ابن الصلاح (م ۶۳۳ھ) ابن الخرستانی، ابو شامہ، امام نووی، زین الدین فاروقی، کمال الدین شریثی، صدر الدین بن الوکیل ابن الزمکانی، حافظ بڑی، علامہ حافظ تقی الدین ابسکی۔ حافظ ابن کثیر اور قطب الدین خیسری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

۳. الاشرفیہ البرانیہ:

دمشق کے مشہور ترین پہاڑ قاسیوں کے دامن میں نہریزید کے کنارے تقی الدین التکیزی وزیر کے قبر کے بالکل سامنے واقع ہے۔ اس دار الحدیث کی بنا کا سہرا بھی ملک اشرف کے سر ہے۔
محدثین کرام:

قاضی شمس الدین ابن ابی عمر، امام شمس الدین بن کمال مقدسی، تقی الدین سلیمان بن حمزہ، شرف الدین القائق حنبلی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

۴. البھائیہ:

یہ دار الحدیث باب طوما میں ہے یہ دار الحدیث بہاء الدین ابو محمد القاسم بن بدر الدین ابو غالب المظفر (م ۸۲۲ھ) کا گھر تھا۔ اس کے بعد دار الحدیث

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کی شکل دے کر اس میں علم حدیث کا چراغ روشن کیا گیا۔ اس دار الحدیث کے مہتمم و متولی کا نام ابو الحسن ابن جماعہ تھا۔

۵. الحمصیہ:

حلقہ حمص کے نام سے مشہور تھا اب یہ ناپید ہے۔ اس دار الحدیث میں حافظ بڑی اور علامہ حافظ صلاح الدین علی بن کیکہ نے درس حدیث دیا ہے۔

۶. الدواداریہ:

یہ دار الحدیث جس کے ساتھ ایک مدرسہ اور ایک رباط بھی ہے۔ باب الفرج میں ہے۔ اس کے بانی حافظ علم الدین سنجر الدوادار (م ۶۹۹ھ) ہیں حافظ علم الدین ترک کے ایک مشہور و معروف عالی مرتبت خاندان کے فرد ہیں۔ اس دار الحدیث کے محدثین کرام میں سے نجم الدین بن قوام بھی ہیں۔

۷. السامریہ:

یہ دار الحدیث محلہ مازنہ النشم سے قریب کوچہ شیخ دسوتی میں واقع ہے ایک خانقاہ بھی ہے۔ اس دار الحدیث کے بانی صدر کبیر سیف الدین ابو العباس احمد بن محمد بغدادی سامری ہیں۔ علامہ موصوف اسی جگہ مدفون ہیں۔

۸. السکریہ:

یہ باب الجابیہ میں ہے اس دار الحدیث کے شیخ الحدیث شیخ الاسلام علامہ تقی الدین ابن تیمیہ اور ان کے والد اور علامہ ذہبی اور صدر مالکی رہ چکے ہیں۔ اس کے ساتھ ایک خانقاہ بھی ہے۔ خیال ہے کہ اس دار الحدیث کا نام اب جامع السادات ہے۔

۹. الشقیشتیہ:

اس دار الحدیث کے بانی نجیب الدین ابو الفتح نصر اللہ الشیبانی المعروف بابن الشقیشتیہ ہیں۔ یہ دار الحدیث اب معدوم ہو چکا ہے۔

۱۰. العروبیہ:

جامع اموی کی جانب شرق میں مشہد عروہ میں ہے۔ شرف الدین محمد بن عروہ موصلی (م ۶۲۰ھ) نے بنایا اور ایک عظیم الشان کتب خانہ بھی اس کے ساتھ قائم کیا گیا تھا۔ اس کے شیوخ الحدیث میں سے فخر ابن عساکر اور زکی الدین البرزالی ہیں۔

۱۱. الفاضلیہ:

کلاسہ میں واقع ہے سلطان صلاح الدین کے امراء میں سے قاضی الفاضل البیانی کی طرف منسوب ہے اور سلطان صلاح الدین کی قبر کے قریب

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے۔

گمان ہے کہ اس کے پہلے مدرس تقی الدین البلدانی ہیں۔ ان کے بعد اس منصب پر مختلف علماء متمکن رہے جن میں سے نجم الدین، بدر الدین کے بھائی اور حافظ محمد السلالی اور شمس الدین البعلی ہیں۔

۱۲. القلانسیہ:

مدرسہ ابی عمر جو صالحیہ میں ہے کہ غرب میں واقع ہے اس کے ساتھ رباط اور ایک مینارہ ہے۔ اس کے بیچ میں نہریزید گزرتی ہے۔ اس کے بانی عز الدین ابو یعلی التیمی (م ۲۹۶ھ) ہیں جو ابن القلانسی کی کنیت سے مشہور ہیں۔ ان کا شمار اکابرین دمشق میں ہوتا ہے۔

۱۳. القوصیہ:

رحبہ سے قریب ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ دار الحدیث جامع اموی میں شافعیہ کے نزدیک ہے۔

۱۴. الکردوسیہ:

یہ دار الحدیث مازنۃ الشحم کے غرب میں واقع ہے۔ محمد بن عقیل بن کردوس السلیبی محتسب (کو تو ال شہر دمشق) نے ۶۴۱ھ میں قائم کیا۔ اب اس کی جگہ جامع مازنۃ الشحم ہے۔

۱۵. النفیسیہ:

بیمارستان و قاتی اور باب الزیادہ کے سامنے اور مدرسہ امنیہ کے جانب شمال و غرب میں ہے اس کو اسماعیل النفیس بن محمد بن عبد الواحد الحرانی ناظر الایام نے ۶۹۶ھ میں تعمیر کیا۔ اب یہ معدوم ہو چکا ہے۔ اس کے شیوخ میں سے علاء الدین الکندی اور علم الدین البرزانی ہیں۔

۱۶. الناصریہ:

اس کے ساتھ رباط بھی ہے۔ جبل قاسیون کے دامن میں جامع الاقروم کے سامنے ہے۔ اس دار الحدیث کو ملک الصلاح ابن الملک العزیز نے ۶۵۴ھ میں بنایا۔ اب یہاں ایک خوب صورت باغ ہے۔ اس دار الحدیث کے مشائخ میں کمال الدین شریثی اور ان کے صاحبزادے ابو بکر اور حسام الدین القوی اور نجم الدین بن القوام (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) ہیں۔

۱۷. التنکزیہ:

یہ دار القرآن والحدیث ہے۔ حمام نور الدین الشہید کے مشرق میں ہے۔ نائب السلطنت تنکز نے ۳۰۰ھ میں بنایا۔ اب یہاں بچوں کا ایک مکتب

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے۔

۱۸. الصبانیہ:

یہ بھی دار القرآن والحديث تھا۔ اس کے بانی شمس الدین بن تقی الدین بن الصبان ہیں۔ مختصر الدارس میں لکھا ہے کہ یہ دار الحديث فتنہ تیسویں میں جل گیا تھا۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

ماخذ و مراجع

۱. تاریخ دمشق۔ ابن عساکر۔
۲. تذکرۃ الحفاظ۔ ذہبی۔
۳. تاریخ بغداد۔ خطیب بغدادی۔
۴. بلادِ فلسطین و شام۔ سید ہاشمی صاحب فرید آبادی۔
۵. خلاصہ ابن الفقیہ۔ ابن الفقیہ۔
۶. المسالک والممالک۔ ابن خردادبہ۔
۷. تاریخ علماء بغداد المسمیٰ منتخب المختار۔ محمد بن رافع السلاوی۔
۸. البدایہ والنہایہ۔ ابن کثیر۔
۹. التہذیب۔ ابن حجر عسقلانی۔
۱۰. سفر نامہ شام۔ مولانا عاشق الہی میرٹھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تعارف و تبصرہ کتب

تذکرہ مصنفین درسِ نظامی : مرتب جناب اختر راہی ایم اے لیکچرار گورنمنٹ کالج، مری
صفحات : ۲۷۲
قیمت مع خرچہ ڈاک : ۲.۹۰ روپے
پتہ : مسلم اکادمی ۱۸/۲۹ محمد نگر، لاہور

آج سے سولہ سترہ سال پیشتر، جامعہ چشتیہ ٹرسٹ لائل پور کے تحت ”مدارس عربیہ اسلامیہ مغربی پاکستان“ کی تاریخ مدون کی گئی تھی۔ ”مدارس عربیہ اسلامیہ مغربی پاکستان“ میں درسِ نظامی کے سلسلے کی دوسری اکثر تفصیلات دی گئی تھیں مگر درسِ نظامی کے مؤلفین کا تذکرہ پیش نہیں کیا جاسکا تھا۔ اور یہ کمی خاصی تھی، اللہ تعالیٰ جناب اختر راہی کو اجر جزیل عنایت فرمائے جنہوں نے مندرجہ بالا تذکرہ لکھ کر اس کمی کو پورا کر دیا ہے اور پھر اس کا حق ادا کر دیا ہے۔

فاضل مرتب ایک اہل علم اور باذوق نوجوان ہیں، جن کو ”سیرِ رجال“ سے بالخصوص طبعی مناسبت ہے، قلم میں اختصار کے ساتھ ساتھ بڑی جامعیت اور گہرائی ہوتی ہے اور جو لکھتے ہیں اس کے لئے خصوصی محنت اور مناسب اہتمام فرماتے ہیں، اس کا اندازہ اس لئے آسانی کے ساتھ کیا جاسکتا ہے کہ فاضل مرتب نے زیر تبصرہ کتاب کی تدوین میں (۸۲) کتب خانوں کتب، مخطوطوں اور سات (۷) جرائد (کل ۸۹) ذرائع سے مدد لی ہے۔ اس مختصر سی کتاب میں مؤلف موصوف نے ۶۹ سے زیادہ مؤلفین اور سینکڑوں تالیفات کا تعارف پیش کیا ہے۔ اس کے بعض مقامات تو انتہائی وجد آفرین اور بصیرت افروز ہیں۔

جو درسِ نظامی ملا نظام الدین سہالوی (ف ۱۱۶۱ھ / ۱۷۷۸ء) رحمۃ اللہ علیہ نے ترتیب دیا تھا، زیر تبصرہ تذکرہ میں اس سے کہیں زیادہ مؤلفین اور مؤلفات کا ذکر آگیا ہے۔ بلکہ یوں تصور کیجئے کہ زمانہ حال تک کم و بیش جو بھی کتاب داخل درس رہی ہے، ان سب کا ذکر خیر آگیا ہے۔ گوا بھی اس میں مزید گنجائش ہے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ داخل درس جن بعض کتب اور مؤلفین کا تذکرہ رہ گیا ہے، ان کی حیثیت زیادہ تر مقامی رہی ہے، نظامی کی نہیں رہی تھی الا شاذ۔ مثلاً ملتان کے اضلاع میں صرف میں قانونچہ شاہ جمالی، صرف بھتر والی، نحو میں شرح مائتہ عامل گھوٹوی متن متین، عبدالرسول، مغنی ابن ہشام، عبدالغفور، تكملة، تفسیر میں جامع البیان نحو میں الفیہ ابن مالک ہر جگہ داخل درس ہے، جس کا غالباً تذکرہ رہ گیا ہے، منطق میں غلام بچی، بدیع المیزان فلسفہ میں اشارات، حدیث میں بلوغ المرام، مؤطا محمد، مؤطا مالک، منتقى لابن تیمیہ، اصول فقہ میں ارشاد الفحول للشوکانی اصول حدیث میں الضیہ عراقی وغیرہ پڑھائے جاتے رہے ہیں اور کچھ ابھی پڑھائے بھی جا رہے ہیں۔ اسی طرح عقائد میں واسطیہ، حمویۃ لابن تیمیہ اور کتاب التوحید لمحمد بن عبد الوہاب بھی داخل نصاب رہیں یا ہیں۔

بہر حال اس موضوع پر یہ تذکرہ بالکل نقش اول ہے اور ایک رہنما کی حیثیت رکھتا ہے، وہ طلبہ اور اساتذہ جو مدارس عربیہ اسلامیہ سے تعلق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

رکھتے ہیں، ان کے لئے یہ ایک قیمتی سرمایہ اور بصیرت افروز آئینہ ہے جس کے لئے ہم مولف کی خدمت میں ہدیہ ستمبریک پیش کرتے ہیں۔

(۲)

| | | |
|--|---|--|
| جام طہور | : | جناب مولانا عبد الرحمن عاجز مالیر کوٹلوی |
| صفحات | : | تقریباً ۴۴۸ |
| قیمت | : | ۲۴ روپے |
| پتہ | : | رحمانیہ دارالکتب، امین پور بازار، لائل پور |
| یہ کتاب دو حصوں میں منقسم ہے ایک حصہ نشر میں ہے دوسرا نظم میں۔ | | |

نشر:

اس میں موصوف کے خود نوشت سوانح، مقامات مقدسہ کا تذکار، عقائد، عبادات (ارکان اسلام) کچھ حقوق و اخلاقیات اور تقریظیں ترغیب و ترہیب پر مشتمل آیات و احادیث ہیں۔

نظم:

اسلامیات کے بعض اہم حصوں کو منظوم کیا گیا ہے۔ نعتیں ہیں، عشق و مستی اور حق پرستی کے زمرے ہیں۔ مولف موصوف کو ایک دو دفعہ دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ ان کی ذات میں ہم نے عموماً ایک دارفتگی جیسی کیفیت محسوس کی ہے جو ”جام طہور“ میں بھی پوری پوری نمایاں ہے۔ اس میں سوز و گداز ہے۔ تڑپیں ہیں، تبلیغ ہے، دعوت ہے، فکر آخرت ہے، احساس ذمہ داری ہے۔ غرض اسے پڑھ کر ایمان تازہ ہو جاتا ہے، دل میں احساس بیدار ہوتا ہے۔ خدا یاد آتا ہے اور سنت رسول کا عشق کروٹیں لینے لگ جاتا ہے۔ یہ کتاب ہر گھر میں رکھنے، بچوں کو اس کی طرف توجہ دلانے اور خود پڑھنے اور مطالعہ کے قابل ہے۔ اللہ تعالیٰ مولف موصوف کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین۔ (عزیز زبیدی)

(۳)

| | | |
|-----------|---|---|
| قرآن مجید | : | انگریزی ترجمہ مع تشریحی حواشی (پارہ اول) |
| مترجم | : | پروفیسر عبد الحمید صدیقی |
| ناشر | : | اسلامک بک سنٹر۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۶۲۵، لاہور |
| صفحات | : | ۱۰۲ |
| طباعت | : | عمدہ |
| قیمت | : | ساڑھے بارہ روپے صرف |

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آج پوری دنیا دو مخالف گروہوں میں بٹی ہوئی ہے۔ ایک گروہ مادیت پرستی کی تاریکیوں میں ٹانک ٹوٹیاں مار رہا ہے اور دوسرا گروہ اسلامی تصور حیات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کوشاں ہے۔ مادیت پرستوں نے اپنے خود تراشیدہ نظاموں، سرمایہ داری اور اشتراکیت کو آزما کر دیکھ لیا ہے کہ ان نظاموں سے انہیں روٹی تول رہی ہے مگر روحانی تسکین اور عدل اجتماعی کا نصب العین حاصل نہیں ہو سکا۔ آج اشتراکیت اور سرمایہ داری کی ہلاکتوں سے تنگ آئے ہوئے انسان ایک ایسے نظام کے لئے چشم براہ ہیں جو ان کی مادی اور روحانی پیاس بجھا سکے اور یہ نظام صرف اور صرف پیغام الہی (اسلام) ہو سکتا ہے۔ امت مسلمہ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ مادیت کی چکی میں پستے ہوئے انسانوں کو اس پیغام سے روشناس کرائے۔ اس مقصد کے لئے قرآن مجید کے بیسویں تاجم دنیا کی مختلف زبانوں میں کئے گئے ہیں اور سلسلہ جاری ہے۔

انگریزی زبان میں ۱۹۳۲ء میں پہلی بار جارج سیل نے براہ راست عربی سے قرآن کا ترجمہ کیا مگر قرآن مجید کے انقلابی اثرات کم کرنے کی خاطر گمراہ کن حواشی تحریر کئے۔ یکے بعد دیگرے کئی ایک تراجم قرآن منظر عام پر آئے۔ انگریزی تراجم قرآن میں برصغیر کے مسلمانوں نے اہم رول ادا کیا ہے۔ علامہ عبد اللہ یوسف علی، عبد الماجد دریابادی اور بعض دوسرے حضرات کے نام خاصے نمایاں ہیں۔

نوسلم مارمید یوک پکھتال نے بھی ترجمہ قرآن مجید نظام حیدر آباد کی سرپرستی میں کیا تھا مگر زیادہ تر تراجم ان انگریزی دان حضرات کی طرف سے ہوئے جو تجدید کی تحریک سے متاثر تھے اور بزعم خویش مغرب پر اسلام کی برتری ثابت کرنے کے لئے معجزات کا انکار کر رہے تھے۔ جہاد کے تصور پر معذرت آمیز رویہ اختیار کئے ہوئے تھے اور سنت رسول کی روشنی میں تشریحات لکھنے کے بجائے علم کلام کی بحثوں میں الجھے ہوئے تھے۔ گزشتہ پچاس سالوں میں یہ خامی کھل کر سامنے آگئی ہے اور اب اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ قرآن مجید کو سنت رسول کی روشنی میں پیش کیا جائے۔ پروفیسر عبد الحمید صدیقی صاحب اس امر کا احساس رکھتے ہیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پہلا پارہ اہل علم اور تبلیغ کا جذبہ رکھنے والوں کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ ان کے ترجمہ پر ایک نظر ڈالنے سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے تشریحی حواشی میں حدیث کو بنیادی اہمیت دی ہے اور اگر کسی معاملے میں انہیں حدیث رسول نہیں مل سکی تو ان مفسرین کرام پر اعتماد کیا ہے جنہوں نے اسلامی علوم کی تحصیل اور تفہیم میں عمریں صرف کی ہیں۔

ترجمہ قرآن میں انہوں نے کس قدر محنت کی ہے اس کا ایک ہلکا اندازہ فہرست ماخذ اور حواشی میں دیئے گئے حوالوں کو دیکھ کر ہوتا ہے۔ ان کے پیش نظر سترہ عربی تفاسیر، ۱۲ اردو اور فارسی تراجم و تفاسیر، دس انگریزی تراجم اور ۱۹ اہم کتب حدیث رہی ہیں۔

پروفیسر عبد الحمید صدیقی صاحب علمی اور دینی حلقوں میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ گزشتہ چند سالوں میں انہوں نے ”صحیح مسلم“ کا انگریزی ترجمہ کیا جو اہل علم سے خراج تحسین حاصل کر چکا ہے امید ہے ان کی موجودہ کوشش بھی مقبولیت حاصل کرے گی۔

ناشر نے حسن ذوق کا ثبوت دیتے ہوئے اعلیٰ معیار طباعت پیش کیا ہے۔ چار رنگوں میں خوبصورت ٹائٹل پیج جاذب نظر ہے۔ ترجمہ قرآن کو عام کرنے کے لئے ناشر نے ایک سیم پیش کی ہے کہ جو حضرات بیس روپے پیشگی بھیج کر ”رکنیت خریداری“ قبول کریں گے انہیں ہر پارہ دس روپے میں رجسٹرڈ ڈاک سے بھیجا جائے گا۔ اس طرح مکمل ترجمہ قرآن کی خریداری پر ۷۵ روپے کی بچت ہوگی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

(۴)

| | | |
|-------------|---|--|
| نام کتاب | : | معرکہ اسلام اور جاہلیت |
| مؤلف | : | صدر الدین اصلاحی |
| قیمت | : | ۴ روپے |
| صفحات | : | ۱۲۴ |
| ملنے کا پتہ | : | اسلامی اکیڈمی، ناشران کتب اردو بازار لاہور |

کارگاہ حیات میں حق اور باطل کی جنگ ہمیشہ سے چلی آرہی ہے۔ دنیا کی رونق اسی وجہ سے ہے اور زندگی کی ساری تگ و دوا اسی کشمکش کا نتیجہ ہے اسی لئے دنیا کو ایک آزمائش گاہ قرار دیا گیا ہے۔

تاریخ اور صحائف سماوی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ باطل کا مزاج ہمیشہ یکساں رہا ہے اور حق کی فطرت بھی ہمیشہ غیر متبدل رہی ہے۔ اس لئے جب دونوں طاقتوں میں تصادم ہوا تو تصادم کی نوعیت بھی سدا ایک جیسی رہی۔ یہ ٹکراؤ اور تصادم آج بھی جاری ہے۔ اس سلسلے میں فاضل مولف نے نبی اکرم ﷺ کی مندرجہ ذیل حدیث پیش کی ہے۔

بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ

تشریح میں لکھتے ہیں۔ ”اسلام جب آیا تو وہ اپنی خالص عقلیت، اپنے بے آمیز فطرت، اپنے تصورات کی رفعت اور اپنے اصولوں کی پاکیزگی کے اعتبار سے اس دنیا کے لئے بالکل نرالا، بالکل اجنبی اور بے گانہ تھا جو نسل پرستوں اور رسمیات کے بندوں سے بھری ہوئی تھی۔ پھر ایک ایسا دور آنے والا ہے جب دنیا اسی طرح جاہلیت میں مبتلا ہوگی اور اسلام اس میں ویسا ہی اجنبی اور بے گانہ ہو جائے گا۔ اس کا نظام تہذیب، اس کے قوانین معاشرت، اس کے اصول سیاست، سب کے سب دنیا کے لئے نامانوس اور ناقابلِ گرفت ہو جائیں گے۔ لوگوں کے تنگ دماغ میں اس وسیع اور بلند نظام زندگی کا تخیل سماہی نہیں سکے گا جسے اسلام پیش کرتا ہے۔ (ص ۲۵-۲۶)

مولف نے موجودہ حالات کے تجزیہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اسلام اور جاہلیتِ جدیدہ میں یہ کشمکش آج بھی جاری ہے۔

اندازِ بیان دلنشین اور عمدہ ہے۔ ناشرین نے اس کتاب کا نیا ایڈیشن شائع کر کے اہم خدمت انجام دی ہے۔ گاہے گاہے کتابت کی غلطیاں ملتی ہیں۔ امید ہے آئندہ اس طرف توجہ دی جائے گی۔ (ابوشاہد)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ